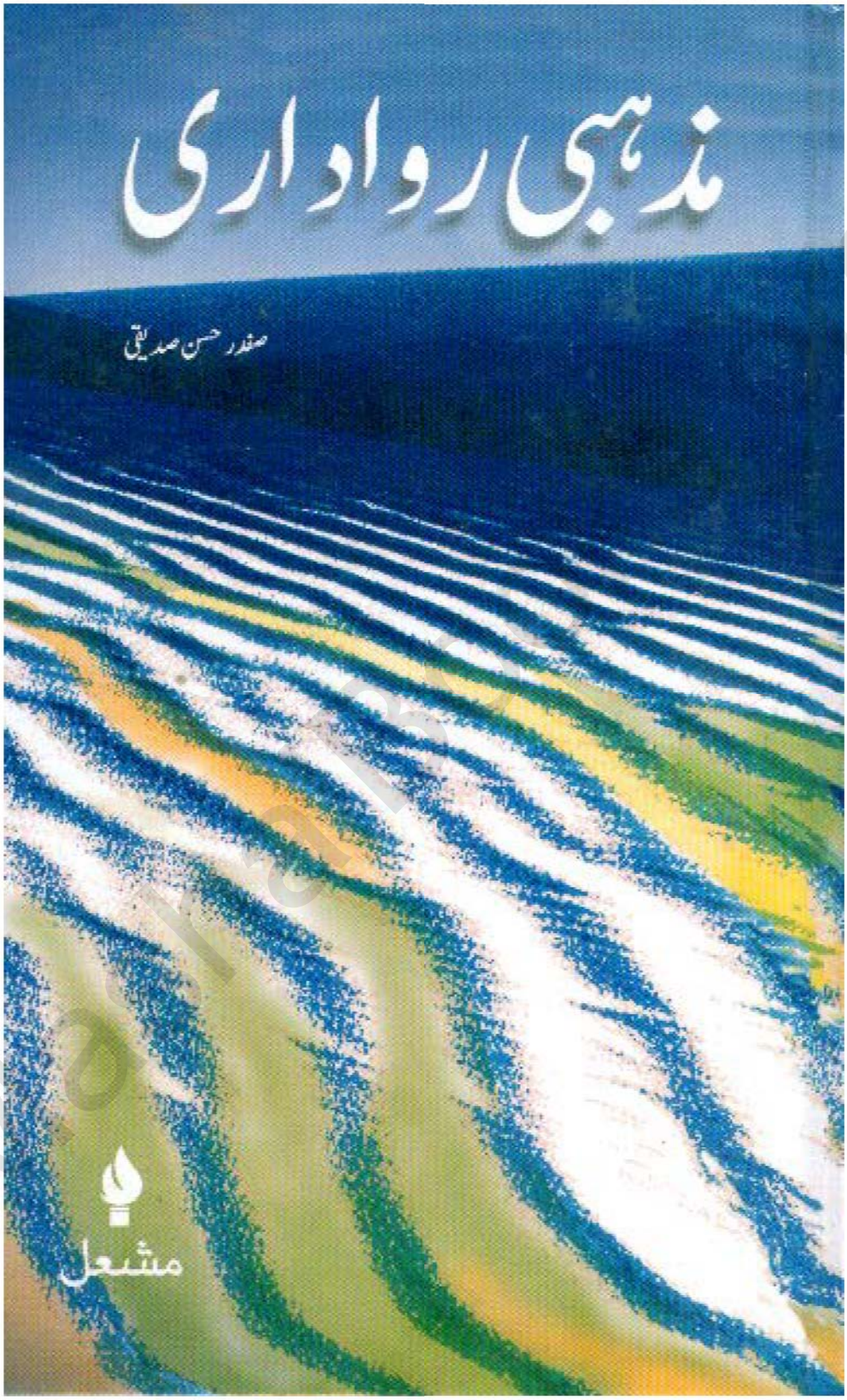
مذہبی رواداری
صفدر حسن صدیقی
مشعل

مذہبی رواداری

صفدر حسن صدیقی

مشعل
آر-بی 5، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس
عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور 54600، پاکستان

MashalBooks.org

مذہبی رواداری

صفدر حسن صدیقی

کاپی رائٹ اردو (c) 2000 مشعل

ناشر: مشعل
آر-بی-5، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور-54600، پاکستان

MashalBooks.org

فہرست

پیش لفظ	5
مذہبی رواداری	7
''دین'' اور ''مذہب'' کے متصادم نظریات	11
ایمان اور انسان دوستی	14
کائنات اور انسان	20
پیغمبروں کا اسلام	30
مسیحی، مسلم مکالمہ ـــــ انسانی اتحاد کی جانب ایک قدم	35
شریعت کا صحیح اور غلط مفہوم	45
بنیادی اصطلاحیں	55
انقلابی تحریکیں اور مذاہب	67
مذہب کا مروجہ تصور انسانی تہذیب وثقافت کے فروغ میں حائل ہے	70
مذہبی عدم رواداری کے منفی نتائج	74
مذہبی رواداری کے مثبت نتائج	78
انسانی اتحاد	81
نجران کے نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ	90
انسانی تاریخ کے عظیم لوگ	93
قرآن کی اخلاقی تعلیمات	97
زبور، تورات اور انجیل کی تعلیمات	110

MashalBooks.org

گیتا کی تعلیم	120
بابا گرونانک کے ارشادات	142
بنیادی انسانی حقوق کا عالمی منشور	157
عالمی سطح پر تسلیم کئے جانے والے انسانی رویوں کے ضابطے کی ضرورت	164

MashalBooks.org

پیش لفظ

دنیا میں عام طور پر اور پاکستان میں خصوصاً حالات کی جو ابتری موجود ہے وہ اس امر کا تقاضا کرتی ہے کہ انسانی معاشرے کے مستقبل کو محفوظ بنانے کے لیے زندگی کے مختلف شعبوں میں ایسی تبدیلیاں ترتیب دی جائیں جو معاشرے کے مختلف حصوں میں، اور دنیا کی مختلف قوموں کے مابین، امن و آشتی اور ہم آہنگی لاسکیں۔ یہی ایک راستہ ہے جس کے ذریعہ انسانیت کے مستقبل کو محفوظ اور درخشاں بنایا جا سکتا ہے۔

اس سلسلے میں مذہب کے تصور کا تفصیلی اور گہرا تجزیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ مسئلہ ان اہم ترین مسائل میں سے ہے جنہوں نے تاریخ کے دھارے پر منفی اور مضرت رساں اثرات ڈالے ہیں۔ مذہب کا تصور انسانی فہم و فراست اور معاشرتی رویوں کی اصلاح کی راہ میں اہم رکاوٹ رہا ہے۔ یہ تصور ثقافت کی ترقی میں مزاحم ہوا ہے۔ اس نے معاشی ترقی کے لئے شدید مسائل کھڑے کئے ہیں۔ اس نے جمہوریت کا گلا گھونٹا ہے اور آمریت کو جنم دیا ہے۔ اس نے سیاسی عمل کو صحت مند اور بارآور خطوط پر آگے بڑھنے سے روکا ہے۔

مہذب نہ صرف مسلم معاشروں کے لیے ایک سنجیدہ مسئلہ ہے بلکہ اس نے عیسائی، یہودی اور ہندو معاشروں میں بھی ابتری پھیلا رکھی ہے۔ اس لئے یہ اور بھی زیادہ ضروری ہو گیا ہے کہ ہم اس مسئلے کا تفصیلی جائزہ لیں اور اس کے نتیجے میں انسانوں کے لیے ایسے امکانات پیدا کریں کہ وہ ملنسار، امن پسند، باہم تعاون کرنے والی اور مہذب شخصیتیں بن سکیں جو نہ صرف اپنے معاشروں کی بہبود بلکہ دوسری اقوام کی بہتری کے لئے بھی کام کر سکیں۔

''مذہبی تعصب'' انسانی فہم اور معاشرتی رویں کی نشوونما اور انسانی تہذیب و تمدن کی ترقی کی راہ میں ہمیشہ حائل رہا ہے۔ بڑی حد تک اس تعصب کی بنا پر معاشرتی ترقی، جمہوریت کے فروغ اور سیاسی عمل کو صحت مند اور بارآور خطوط پر آگے نہیں بڑھایا جا سکا ہے۔ مذہبی تعصب کا معاملہ نہ صرف مسلم معاشروں بلکہ کرسچین، یہودی اور ہندو معاشروں

MashalBooks.org

کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنا ہوا ہے۔ ہمارے نزدیک مذہبی تعصب کے بجائے ''مذہبی روا داری'' کا نقطہ نظر اپنایا جانا چاہیے بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآن کے ''امت واحدہ'' کے نظریہ کو اپنایا جانا چاہیے جو ایک فرد کو ہر قسم کے مذہبی، نسلی، لسانی اور قومی تعصّبات سے نجات دلاتا ہے اور سیاسی ، معاشی، معاشرتی اور ثقافتی میدانوں میں بھرپور ترقی کے دروازے کھولتا ہے اور ایک روشن مستقبل کی راہ ہموار کرتا ہے۔ اس لئے شواہد اس امر کی دلالت کرتے ہیں کہ یہی نظریہ آئندہ آنے والی صدیوں کا نظریہ ہوگا۔

اس کتاب میں انسانی زندگی کے مختلف گوشوں پر بحث کر کے ان پر مذہبی روا داری کے مثبت اثرات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس میں زندگی کے چیلنجوں کا مقابلہ کرنے اور عوام کے مسائل کا حل تلاش کرنے کو بنیادی اہمیت دی گئی ہے اور معاشرے کی بہتری کے لئے کامل اخلاص کے ساتھ، اور ہر قسم کے تعصّبات سے آزاد ہو کر، کام کرنے کو عبادت کا ہم معنی قرار دیا گیا ہے۔ زندگی کے روز مرہ کے امور میں اس طرح کا نقطۂ نظر اپنانا نتیجہ خیز ہوتا ہے بشرطیکہ اس کی بنیاد واضح اور شعوری طور پر اس اصول پر رکھی گئی ہو کہ تمام انسان بلا تفریق جنس، مذہب، فرقہ، ذات برادری، رنگ ،نسل، زبان اور جسمانی و اخلاقی صلاحیت مساوی حقوق کے حامل ہیں۔ اس لئے ہمیں تمام لوگوں پر انسان کی حیثیت سے نظر ڈالنا ہے نہ کہ کسی ایک یا دوسرے مذہبی گروہ سے متعلق افراد کی حیثیت سے۔

اس نقطۂ نظر کو عملی زندگی میں ممکن العمل بنانے کی غرض سے اس کتاب میں مذہبی روا داری اور عدم روا داری کے مختلف پہلوؤں کو زیر غور لا کر اس اہم مسئلے کا کوئی مبسوط اور واضح حل سامنے لانے کی کوشش کی گئی ہے۔ زیر نظر کتاب کو اٹھارہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ان میں دیئے گئے موضوعات پر تفصیل سے لکھا گیا ہے۔ امید ہے اس مسئلے کی سنگین نوعیت قارئین پر واضح ہو جائے گی، اور عوام نیز معاشرتی اور حکومتی ادارے اسے حل کرنے کی طرف راغب ہوں گے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

مذہبی رواداری

انسانوں کی غالب اکثریت مختلف مذاہب کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ انسانی زندگی میں ساری تلخیاں، اور سیاست، معیشت اور معاشرت میں بہت سی پیچیدگیاں اور ناانصافیاں مذہبی روا داری پر کاربند نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ ان پیچیدگیوں اور ناانصافیوں کی بلاشبہ اور بھی کئی وجوہ ہیں جن میں جاگیرداری اور طبقاتی نظام کے تسلط کی بناء پر معاشی نا انصافی اور گروہی، نسلی اور رنگ و زبان کے تعصّبات کی عملداری شامل ہے جس کی وجہ سے معاشی اور سماجی عدم مساوات وجود میں آتی ہے۔ لیکن اجتماعی زندگی میں پیدا ہونے والی بیشتر خرابیاں مذہب عدم روا داری کا نتیجہ ہیں۔ اگر اس کی عفریت پر قابو پا لیا جائے تو دوسری بہت سی خرابیوں میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ مذہبی تعصب کی بنیاد پر عدم روا داری اور تشدد آمیز رویہ اختیار کرنے کے بجائے مذہبی رواداری کے ذریعے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کو اپنی مذہبی رسوم اور روایات کو اپنی مرضی سے منانے کی آزادی دینے سے معاشرے میں پرامن تبدیلی اور ترقی رونما ہوتی ہے۔

اس جگہ یہ بات واضح کرنا بھی ضروری ہے کہ مذہبی رواداری سے مراد ہے کیا؟ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی ایک مذہب سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی شخص دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کی عبادات اور مذہب رسومات کی ان کے اپنے انداز میں ادائیگی پر معترض نہ ہوگا اور اس بنا پر ان کے خلاف کوئی تشدد آمیز رویہ اختیار نہیں کرے گا اور وہ دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو اس بات کا پورا پورا حق دے گا کہ وہ اپنی مذہبی سوچ کا پرچار کرسکیں۔ البتہ مذاہب کی پیروی کرنے والوں کے لئے اس بات کا خیال رکھنا لازمی ہے کہ وہ اس سلسلے میں اپنے خیالات کے اظہار میں کسی دوسرے کی دل آزاری کا باعث نہ بنیں۔ اس سلسلے میں ایک دوسرے پہلو جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے ماننے

MashalBooks.org

والوں کے درمیان جہاں بنیادی مقاصد میں بڑی حد تک اتفاق پایا جاتا ہے وہاں رسوم، عبادات اور دوسری تفصیلات میں بعض اختلافات موجود ہیں۔ اسی لئے تو دنیا میں متعدد مذاہب موجود ہیں ورنہ ایک ہی مذہب ہوتا جس کی سب لوگ پیروی کرتے۔ لیکن بنیادی طور پر اختلاف رائے کا حق ایک ایسا حق ہے جس پر معاشرے کی تعمیر و ترقی کا دارومدار ہے بشرطیکہ اس کا استعمال ایک خاص حد میں رہ کر کیا جائے۔ چنانچہ زندگی سے متعلق دوسرے امور کے علاوہ مذہب بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے غور ہونا چاہیے کیونکہ اس کے اثرات بہت وسیع ہیں اور تاریخ انسانی میں سب سے زیادہ جنگ و جدل اسی بنیاد پر ہوا ہے۔ نیز انسانوں پر منفی اثرات ڈالنے میں تمام دوسرے تعصّبات میں سب سے زیادہ اثر پذیری مذہبی و فرقہ وارانہ تعصّبات میں ہے۔ اس لئے سب سے زیادہ زور اس مسئلے کی حقیقت اور اس کے اثرات کو جاننے کے لئے صرف کیا جانا چاہیے۔

ہمیں اس تاریخی حقیقت کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کرنا ہوگا کہ جب سے دنیا میں انسانی معاشرے میں اجتماعی ادارے تشکیل ہونا شروع ہوئے ہیں اس وقت سے حکمرانوں، سرمایہ داروں اور مذہبی پیشواؤں کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ رہا ہے اور یہ تینوں عناصر باہمی گٹھ جوڑ سے ہر ملک کی اکثریت، جسے عرف عام میں ''عوام'' کہا جاتا ہے، کو غربت، جہالت اور سیاسی و معاشی غلامی میں مبتلا رکھتے رہے ہیں۔ یہ صورت حال حضرت موسیٰ اور فرعون کے زمانہ سے چلی آرہی ہے۔ انہیں تین عناصر کی ملی بھگت سے آمریت اپنا کھیل کھیلتی چلی آرہی ہے۔ ایک طرف ان تینوں طبقوں پر مشتمل ایک ''حکمران گروہ'' ہے اور دوسری طرف حکومتی اختیار اور مالی آسودگی سے محروم ''بے بس عوام'' ہیں۔

جب تک انسانیت اپنی بلوغت تک نہیں پہنچی تھی اور ایک اجتماعی نظام کے خدوخال باقاعدہ ترتیب نہیں پائے تھے، چھٹی صدی عیسوی کے اواخر تک خالق کائنات کی جانب سے مختلف اقوام عالم میں انبیاء مقرر ہوتے رہے۔ وہ اپنے وقتوں میں رائج غلط طرز ہائے زندگی کی اصلاح کرتے رہے اور ظالموں اور جابروں کے سیاسی اور معاشی تسلط سے عوام کو نجات دلانے کے لئے جدوجہد کرتے رہے۔ ان میں سے بعض اجارہ دار عناصر کے ہاتھوں قتل ہوئے اور بعض اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔ لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کے دور

میں مخصوص طبقات کے مفادات کی عملداری کے بجائے عوامی مفاد کے حصول کے لئے معاشی انصاف، معاشرتی مساوات اور مشاورت کے اصولوں پر معاشرتی اور ریاستی نظام کے قیام کی بنیاد ڈال دی گئی۔ اس کے بعد سے آج بیسویں صدی تک کی تمام سائنسی و تکنیکی ایجادات اور جمہوریت کی اب تک کی پیش رفت، انبیائے کرام کے دیئے گئے امن و انصاف اور انسانی بھائی چارہ پر مبنی اصولوں اور انسان کے اندر خالق کائنات کی طرف سے ودیعت کردہ تخلیق نو کی صلاحیت ہی کی مرہون منت ہے۔ انبیاء کا یہ سلسلہ و انسانیت کی علمی وعقلی کے بارے میں رہنمائی صحیفوں میں درج ان کی تعلیمات میں موجود ہے۔ جن سے مختلف اقوام اور ممالک میں منصفانہ نظام ہائے معیشت و سیاست قائم کرنے میں مدد لی جا سکتی ہے۔

لیکن اس سلسلے میں ہمیں اس بین حقیقت کو بھی ہمہ وقت اپنے پیش نظر رکھنا ہو گا کہ ہماری اس دنیا کے تمام مادی مظاہر قوانین قدرت کے تحت مسلسل تغیر پذیر ہیں اور تیزی سے ترقی کی جانب رواں دواں ہیں۔ ہم لمحہ بہ لمحہ تخلیق نو کے عمل سے گزر رہے ہیں۔ دور حاضر میں سائنس اور ٹیکنالوجی میں بے بہا ترقی کے باعث انسان کا زراعت، وصنعت اور تجارت کے میدان میں ترقی کی انتہا کو پہنچنا ناگزیر ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم جس خطرے سے دو چار ہیں اور جو ہر دور میں مرحلہ دار ترقی کے ساتھ موجود رہا ہے۔ وہ ترقی کے ثمرات کا نچلی سطحوں تک عوام تک نہ پہنچنا۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ ذرائع پیداوار پر بعض مخصوص طبقے قابض ہیں۔ اور منفی روایات کو قائم رکھتے ہیں اور ترقی کے تمام تر ثمرات کو ایک محدود حلقے میں گوش دیتے رہتے ہیں۔ چنانچہ کسی بھی ملک کی غالب اکثریت کے سامنے یہ چیلنج ہمہ وقت موجود رہتا ہے کہ وہ کس طرح اپنے معاشی اور سیاسی حقوق حاصل کریں۔ اس چیلنج کو قبول کرنے اور عام لوگوں میں اپنے حقوق کے بارے میں شعور پیدا کر کے انہیں حاصل کرنے کا ارادہ ابھارنے کے لئے جدوجہد کرنا اصلاً معاشرے کے ان افراد کی ذمہ داری ہے جو علم وشعور رکھتے ہیں اور جنہیں دانشور (Intellectuals) کہا جاتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے وہ اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے سامنے اپنی ذمہ داری اور جوابدہی کا گہرا احساس کرتے ہوئے اپنے آپ کو ایک یکجا، منظم اور موثر گروہ کی حیثیت سے

تیار کریں تا کہ وہ پوری قوت سے ملک میں جاری سیاسی عمل پر اثر انداز ہوں اور اس کی معاشرت، معیشت اور سیاست میں مثبت اور خوشگوار تبدیلیاں لائیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ مذہبی رواداری کو اپنی ثقافت کا جزو لاینفک (Integral part of culture) بنا لینے سے بہت بڑی قوت فراہم ہوتی ہے جس کی عملداری سے ایک دوسرے سے نفرت اور دشمنی کے بجائے محبت اور بھائی چارہ پرورش پاتا ہے اور باہمی تعاون سے ایک دوسرے کی بھلائی اور خوشی کے لئے اجتماعی کوششیں کرنے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

''دین'' اور ''مذہب'' کے متصادم نظریات

انسانی زندگی ایک عظیم تحفہ ہے جو خالق کائنات کی طرف سے انسان کو عطا کیا گیا ہے۔ انسان کو یہ نعمت زندگی میں ایک ہی بار ملتی ہے۔ اس لئے ظاہر ہے اسے ضائع کرنا تو کسی صورت مناسب نہیں، اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا عقلمندی نہ ہوئی۔

انسانی زندگی کے دو پہلو ہیں۔ ایک انفرادی اور دوسرا اجتماعی۔ اس میں بنیادی اہمیت فرد کو حاصل ہے کہ تعلیم و تربیت کے ذریعے وہ اپنے اندر پیدائشی طور پر موجود صلاحیتوں کے ادراک کے ذریعے زندگی میں اپنا کردار متعین کرے اور پھر جس معاشرے میں اس نے جنم لیا ہے اس میں بسنے والے تمام افراد کے لیے اس کو یکساں طور پر مفید اور بارآور بنانے میں اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف کرے۔ یہ اجتماعی جدوجہد آسان نہیں ہے۔ اس راہ میں قدم قدم پر بے شمار چھوٹی بڑی رکاوٹیں اور مشکلات حائل ہوتی ہیں جو انسان کو چیلنج کرتی رہتی ہیں اور اس کے ارادے کو کمزور کرنے اور اصل راہ سے منحرف کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

اس جگہ ہمیں یہ بنیادی نقطہ سمجھنا ہوگا کہ انسانی زندگی کو آسان اور خوشگوار بنانے کے لئے معاشرے کو دو بنیادوں..... معاشرتی مساوات اور معاشی انصاف..... پر استوار کیا جانا لازمی ہے اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہر فرد میں بنیادی انسانی حقوق کا شعور اور ان کے حصول اور تحفظ کا داعیہ پیدا کیا جانا ضروری ہے تاکہ کوئی بھی خودغرض اور مفاد پرست فرد یا گروہ ملک کے ذرائع پیداوار، جو کہ کسی ملک میں رہنے والے تمام افراد کی یکساں ملکیت ہوتے ہیں، پر قابض ہو کر قوم کی اکثریت کے حقوق غصب کر کے اور اسے ترقی کے یکساں مواقع سے محروم کر کے غربت و افلاس میں مبتلا نہ کر سکے۔

انسان (یعنی مرد اور عورت) کی آپس کی اس مساویانہ حیثیت کو برقرار رکھنے اور

MashalBooks.org

معاشرے کو ترقی و خوشحالی کی جانب رواں دواں کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسے اپنے حقوق کے شعور کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے مضرت رساں تعصّبات سے پاک کیا جائے۔ ان تعصّبات میں سب سے زیادہ مہلک تعصب مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصب ہے جسے براہ راست مذہب کے غلط تصور نے جنم دیا۔ بظاہر مذہب کو قدرت کی طرف سے انسانوں کے لئے دی گئی رہنمائی قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن فی الاصل مذاہب، مذہب کا لبادہ اوڑھنے والے مفاد پرست اور اجارہ دار عناصر کے خود ساختہ ہیں، جنہیں وہ عوام کو جہالت میں مبتلا کرنے اور اپنے حقوق سے غافل رکھنے کے لئے استعمال کرتے رہتے ہیں اور اوہام و فرسودہ روایات کے جال میں جکڑ کر ان کی تعمیری صلاحیتوں کو گرد اور زنگ آلود کر دیتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرہ ترقی کی منزلیں طے نہیں کر پاتا۔

اس لئے جو بات سمجھنے کی ہے کہ انبیاء کرام اپنے ساتھ الگ الگ مذاہب نہیں لائے تھے کہ جن کی انہوں نے اپنے پیروکاروں کو تعلیم دی ہو بلکہ انہوں نے دراصل انسانوں کو خالق کائنات کی ہستی پر یقین (Faith in the creator of the Universe) کرنے اور اس کی مخلوق کی بہتری کے لئے کام کرنے (یعنی ایمان اور عمل صالح) کی ہدایت کی تھی۔ نیز اس پر کار بند رہنے کے لئے انہوں نے اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے اپنے خالق کو اپنی روزمرہ کی زندگی میں یاد رکھنے اور اس کے سامنے بندگی کے اظہار کے لئے عبادت کے طریقے وضع کئے تھے۔ انبیاء کی اس تعلیم میں بنیادی اہمیت کامیاب زندگی گزارنے کے لئے خالق کے احکام و ہدایات کی اطاعت کو حاصل ہے جس کے نتیجے میں ہر دور میں تعلیم یافتہ، باشعور اور دیانت دار افراد کے ذریعے ترقی پذیر اور خوشحال معاشرہ تشکیل پاتا ہے۔ چنانچہ خالق کی ذات پر ''ایمان'' لانے اور اس کی ہدایات پر عمل کرنے سے انسانوں کے اندر ایک دوسرے سے محبت اور یگانگت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اور وہ آپس میں مل جل کر اور انسانی بھائی چارے کے جذبے سے اجتماعی بہتری کے لئے اپنی صلاحیتیں اور ذرائع صرف کرتے ہیں۔ زندگی گزارنے کے اس طریقے کو ''دین'' کہا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ''مذہب'' خالق کے بتائے گئے صحیح راستے سے ہٹانے کا ایک حربہ ہے جو خالق حقیقی کا انکار کرنے اور خود اپنی مرضی کو خالق کی مرضی پر ترجیح دینے والے ذہنوں کی پیداوار

ہے۔ ''مذہب'' انسانوں میں متعدد تعصّبات اور نفرت کی بنیاد پر پھوٹ ڈالتا ہے اور انہیں ایک دوسرے کو مالی اور جانی نقصان پہنچانے کے لئے صف آرا کر دیتا ہے۔ مذہب خود پسند اور عیار مذہبی اجارہ دار طبقوں کو جنم دیتا ہے جو مذہب کے نام پر سادہ لوح لوگوں کو بے وقوف بنا کر اپنے ذاتی مفادات حاصل کرتے ہیں اور وقت کے سیاسی مقتدروں اور مالدار عناصر سے ملی بھگت کر کے ملک کے اکثریتی عوام کو علمی اور روحانی طور پر محروم، معاشی طور پر تباہ حال اور سیاسی اختیار سے محروم کر دیتے ہیں۔ ''ایمان'' کا صحیح تصور لوگوں میں نچلی سطحوں پر ہر لحہ تخلیق نو کرنے والی باصلاحیت اجتماعی قیادت پیدا کرتا ہے جو انہیں ترقی کی منزلوں کی جانب لے چلتی ہے۔

مندرجہ بالا سطور سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ہمیں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنے اپنے طریقوں پر خالق کائنات کی عبادت کرنے اور اپنے اپنے طریقے سے اپنی ثقافتی زندگی گزارنے کا حق دیتے ہوئے سب کو انسانی زندگی کو بہتر اور خوشگوار بنانے کے عمل میں شریک کرنا چاہیے، اور اس کے لئے منظّم طور پر بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں ہمیں مذہی روا داری کا اصول سنجیدگی سے اپنانا ہو گا اور آپس میں انسانی بھائی چارہ قائم کر کے اور باہمی افہام و تفہیم کا طریقہ اپنا کر، ایک دوسرے کی بہتری کے لئے کام کرتے ہوئے لوگوں کو مذہبی تعصب کے دلدل میں سے نکلنا ہو گا۔

☆☆☆

MashalBooks.org

ایمان اور انسان دوستی

اس موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے سب سے پہلے ہمیں اس حقیقت کو اپنے سامنے رکھنا ہو گا کہ ہر انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ دہرا رشتہ ہے۔ ایک انسانی رشتہ، کہ وہ سب انسان ہیں۔ دوسرا ایمانی رشتہ، کہ وہ سب اللہ یعنی کائنات اور انسان کی خالق ہستی (جسے مختلف ناموں سے یاد کیا جاتا ہے) پر ایمان رکھتے ہیں اور اپنی زندگیوں میں اس کی خوشنودی چاہتے ہیں۔ مسلمانوں اور مسیحیوں میں اور اسی طرح دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے کے ان کے طریقے مختلف ہیں اور ان کی مذہبی رسومات اور روایات الگ الگ ہیں۔ اس کے سوا ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کی جسمانی ساخت اور ضروریات زندگی ایک جیسی ہیں۔ ان کے حقوق بھی ایک جیسے ہیں اور ذمہ داریاں بھی۔ اپنی زندگیوں کو بہتر بنانے کے لئے ان پر خالق کی جانب سے عائد کردہ فرائض بھی ایک جیسے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان مذہبی گروہوں کا آپس میں اچھا میل جول اور انسانی بھائی چارے کا رشتہ کیوں قائم نہیں ہوتا؟ یہ اپنے اپنے مذہبی تشخص کو قائم رکھتے ہوئے ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے اور قومی ترقی کے لئے، مل جل کر کام کیوں نہیں کر پاتے؟ یہ مذہبی عدم رواداری کا شکار کیوں ہیں؟

اس کی پہلی وجہ تو یہ المیہ ہے کہ ان گروہوں کے قائدین نہ تو اس طرح خالق پر سچا ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ اس کا حق ہے اور نہ انہیں انسان دوستی سے کوئی سروکار ہے۔ وہ اپنے گروہوں کے مفادات کو سامنے رکھتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کو سمجھنے اور اس پر کار بند ہونے کے بجائے انہوں نے عوام کو اپنے اپنے گروہوں کے ان مذہبی پیشواؤں کی بتائی گئی مذہبی رسومات کی پابندی اختیار کرنے میں لگا رکھا ہے جو اپنے پیروکاروں پر اپنی مذہبی اجارہ داری قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ ان مذہبی پیشواؤں کا کہنا ہے کہ محض مذہبی رسومات اور عبادات کو ان کے قواعد کے ساتھ دہراتے رہنے سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ ان کے خیال میں

MashalBooks.org

نجات حاصل کرنے کے لیے انسان دوستی اور معاشی و سماجی انصاف پر مبنی سیاسی نظام قائم کرنے کے لئے کوشش کرنا ضروری نہیں ہے۔ ان کو صرف اس سے مطلب ہے کہ اقتدار پر قابض سیاسی لیڈروں اور دولت مندوں سے اپنے ذاتی مفادات حاصل کرتے رہیں، اور عوام پر ان کی مذہبی قیادت قائم رکھیں۔ ان پر قومی ترقی و خوشحالی کے لئے کسی قسم کی ذمہ داری نہ ڈالی جائے چاہے قوم کی بہت بڑی اکثریت غربت و افلاس، مہلک بیماریوں اور جہالت میں مبتلا کیوں نہ ہو۔ اس طرح فرقہ پرست مذہبی پیشواؤں کی ملی بھگت سے مفاد پرست سیاسی لیڈر عوام کی توجہ ان کے اصل مسائل سے ہٹانے اور انہیں امور مملکت میں دخل دینے سے باز رکھنے میں کامیاب رہتے ہیں۔

اس کی دوسری وجہ یہ ہے کہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے عوام اس حقیقت کو پوری طرح نہیں جان پائے ہیں کہ تمام پیغمبر ایک ہی اعلیٰ ہستی کی طرف سے مقرر کئے گئے تھے، ایک ہی برادری کے رکن تھے، سب کے سب اللہ کے بندے تھے اور یہ کہ وہ تمام انسانوں کے لئے ایک جیسے قابل احترام ہیں۔ تمام پیغمبر پیغمبران اسلام تھے۔ ان کی بنیادی دعوت ایک ہی تھی کہ ''اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت اور احکام کی بنیاد پر انسان دوستی کے ذریعے انسانی معاشرے کی تعمیر کرو۔'' دوسرے الفاظ میں ہمیں کسی بھی ملک میں رہتے ہوئے کسی ایک مذہبی گروہ کے فرد کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس ملک میں بسنے والی قوم کے ایک فرد کی حیثیت سے اپنا مقام متعین کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو اس قوم کی ترقی و خوشحالی کے لئے وقف کر دینا چاہیے۔ صرف اس طرح ہی قوم کے ہر فرد کی بھلائی کا راستہ کھلتا ہے چاہے وہ کسی بھی نسلی، لسانی یا مذہبی گروہ سے تعلق رکھتا ہو۔

اس کی تیسری وجہ یہ ہے کہ مذہبی گروہ بندی میں مبتلا لوگ ''دین'' اور ''مذہب'' کے دو متضاد تصورات میں فرق نہیں کرتے۔ ''دین'' (یعنی زندگی گزارنے کا طریقہ Way of life) کا تعلق اللہ پر ایمان اور پیغمبروں کی دعوت سے ہے یعنی اللہ پر ایمان لانا اور اللہ کی ہدایات اور احکام کی بنیاد پر انفرادی اور اجتماعی زندگی کے مختلف شعبوں کی تعمیر کرنا۔ یہ سوچ انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لاتی ہے اور ان میں آپس میں تعاون اور بھائی چارہ بڑھاتی ہے۔ اس کے برعکس ''مذہب'' غیر واضح تصورات اور اوہام پر مبنی انسانوں کا

MashalBooks.org

اپنا بنایا ہوا نظام ہے جو پیغمبروں کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد مذہبی پیشوا الہامی کتابوں کی تعلیمات میں اپنی طرف سے تحریف و اختراع کر کے یا ان کی غلط تعبیر و تشریح کر کے، وضع کر لیتے ہیں۔ یا پھر گروہی و طبقاتی مفادات رکھنے والے استحصالی عناصر اپنے مخصوص مفادات کے حصول کے لئے مذہبی پیشواؤں کی مدد سے ترتیب دے لیتے ہیں۔ مذہبی پیشواؤں کا مفاد اسی میں ہے کہ وہ مذہبی فرق کی بنیاد پر ایک دوسرے میں نفرت اور دوری پیدا کریں اور لوگوں کے مسائل حل کرنے کے بجائے انہیں الجھائیں اور اپنے مذہبی حربوں سے یہ غلط تاثر قائم کریں کہ اخروی زندگی میں ان کے پیروکاروں کی نجات کے لئے ان کا وجود ناگزیر ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔ انسان کی نجات کے لئے مذہبی طبقے کا وجود قطعی غیر ضروری ہے۔

اس کی چوتھی وجہ ہے کہ مذہبی تعصب اور فرقہ بندی میں مبتلا لوگ اس بات کو ماننے سے احتراز کرتے ہیں کہ پیغمبر جس کام کے لئے بھیجے جاتے ہیں وہ فی الاصل ''مردم سازی'' یا ''شخصیت سازی'' اور ایسے افراد دیانت دار اور باصلاحیت قومی قیادت فراہم کرتے ہیں۔ یہ وہ بنیادی کام ہے جس کے بغیر کوئی صاف ستھرا اور فعال معاشرہ اور بارآور اجتماعی نظام قائم نہیں ہوسکتا۔ ''علم'' اور ''اخلاق'' معاشرے کے دو بنیادی پتھر ہیں۔ ان کے بغیر کوئی انسانی نظام مفید نتائج برآمد نہیں کر سکتا۔ ان دو بنیادی ضرورتوں کے بغیر کوئی انسانی نظام بارآور نہیں ہوسکتا۔ علم اور اخلاق کے ذریعے کسی قوم کی تعمیر جہاں افراد قوم کی ذمہ داری ہے وہاں ریاست اور حکومت پر بھی اس کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یہاں پر یہ بات واضح کر دینا ضروری ہے کہ مختلف مذہبی نقطہ ہائے نظر یا فرقہ وارانہ تعلیم کی ترویج و اشاعت حکومت کی ذمہ داریوں میں شامل نہیں ہے۔ حکومت کا کام ملک وقوم کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی ترقی کے لئے قانون سازی اور دوسرے انتظامات کرنا ہے۔ مذہبی پیشواؤں کا بطور خاص حکومتی امور کی انجام دہی میں کوئی عمل دخل نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے کوئی بھی حکومتی نظام انتشار اور افتراق میں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ البتہ ہر اس شخص کو جو اسلام کے صحیح مفہوم اور اس کے عملی پہلوؤں پر نظر رکھتا ہے۔ اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ ملک میں جاری سیاسی عمل کے بارے میں اپنی رائے حکومت اور عوام کے سامنے

MashalBooks.org

رکھے اور اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے رائے عامہ کو منظم کر کے الیکشن کے ذریعے اسمبلیوں میں پہنچے۔ لیکن مذہبی اجارہ دار بن کر اور عوام کو جذباتی نعروں کے ذریعے ہیت حاکمہ پر ناروا دباؤ ڈالنے کا کسی شخص کو کوئی حق نہیں پہنچتا۔

یہاں دو اہم الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ ایک ''ایمان'' اور دوسرا ''انسان دوستی'' ہر دو الفاظ کی وضاحت کئے بغیر موضوع سے انصاف ممکن نہیں۔ میں نے جس معنی میں ایمان کے لفظ کو استعمال کیا ہے وہ محض کوئی بھی اعتقاد نہیں بلکہ وہ مخصوص عقیدہ ہے جو اللہ، اس کے رسولوں، الہامی کتابوں اور آخرت (یعنی انسانی اعمال کی مکمل جوابدہی اور کامل انصاف کے لئے دوسری زندگی کے قیام) پر ایمان کی بنیاد پر ترتیب پاتا ہے۔ اس ایمان کا بنیادی تقاضا یہ ہے کہ معاشرے میں کسی بھی قسم کی نا انصافی اور استحصال کو روا نہ رکھا جائے اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کا ساتھ دیا جائے۔ اس عمل کے بغیر ایمان کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ایسا شخص خود فریبی میں مبتلا ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ مظلوموں کا ساتھ دیئے بغیر اور محروموں کا ہاتھ بٹائے بنا وہ ایمان کی دولت رکھتا ہے۔ حقیقت کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ایمان کا راستہ نفس، مال اور جان کی قربانی کا راستہ ہے اور یہ کہ انسان کے اندر قربانی کا جذبہ اللہ کی محبت سے پیدا ہوتا ہے جس کے لازمی نتیجے کے طور پر وہ دوسرے انسانوں سے محبت کرتا ہے اور اجتماعی مفاد کے لئے ذاتی مفاد کو قربان کر دیتا ہے۔ ایسا ایمان ہی دراصل انسان کو ایک ''اچھا انسان'' بننے اور ''برا انسان'' نہ بننے پر آمادہ کرتا ہے اور دنیا کے معاملات میں بھرپور دلچسپی لینے اور معاشرے کی تعمیر میں موثر کردار ادا کرنے کے لیے تیار کرتا ہے چنانچہ ایمان کی بنیاد پر انسانیت کو صرف دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک ''اہل ایمان'' (Believers) اور دوسرا ''کفار'' (non-believers) انسان دوستی کو ایمان ہی کی بنیاد پر رواج دیا جا سکتا ہے، کفر کی بنیاد پر نہیں۔ کیونکہ ایمان بے نفسی، ایک دوسرے سے محبت اور بھائی چارہ اور ایک دوسرے کی خاطر ایثار اور قربانی سکھاتا ہے جب کہ کفر نفس پرستی، خود غرضی اور ایک دوسرے سے نفرت و دشمنی پر آمادہ کرتا ہے۔ ایمان انسان کو دل اور دماغ سمیت مکمل طور پر اللہ کی مرضی کے تابع کر دیتا ہے اور کفر اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کے بارے میں انسان میں ناشکرا پن اور احسان فراموشی پیدا کرتا ہے۔

MashalBooks.org

ہمیں یہاں یہ بات بھی ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ایک کافر یا ملحد کو بھی اپنی بات کہنے اور اپنے موقف پر قائم رہنے کا اتنا ہی حق ہے جتنا ایک ایمان کے حامل شخص کو۔ پیغمبروں کی تعلیم کے مطابق اللہ پر ایمان لانے کے لیے کسی سے زبردستی نہیں کی جا سکتی، البتہ اسے اپنی بات سمجھانے کے لیے دلیل سے بات کی جا سکتی ہے۔ اسے ماننے یا نہ ماننے کا اور جوابی دلیل دینے کا پورا اختیار حاصل ہے۔ یہ ہمیں بات نہیں بھولنی چاہیے کہ آج کا انکاری کل اقراری بن سکتا ہے اور آج کا اقراری کل انکاری ہوسکتا ہے۔ اس لئے ہمیں مذہبی رواداری کے اصول کو انسانی کلچر اور ملکی قانون کا لازمی جزو بنانا ہوگا اور اسے رواج دینے کے لیے اس اصول کو ملکی آئین کا حصہ بنانا ہوگا۔

جہاں تک ''انسان دوستی'' کا تعلق ہے تو اس کے معنی میرے نزدیک مذہب کی بنیاد پر ''ایک قومی نظریہ'' کا اثبات اور ''مذہبی اقلیت'' کے نظریہ کی نفی ہے۔ نیز ''جائنٹ الیکوریٹ'' (مخلوط انتخابات) اور ''مرد و زن کے حقوق میں برابری'' انسان دوستی کے مفہوم میں شامل ہیں۔ ان چاروں لوازمات کے بغیر انسان دوستی کا نعرہ محض فریب ہے۔ یہ ایک ایسا خواب ہے جو کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ اور تو اور، حکومت کرنے کا حق بھی صرف ایسے انسانوں کو پہنچتا ہے جو حکومتی اختیار کو کسی نسلی و مذہبی تفریق کے بغیر ملک میں بسنے والے تمام لوگوں کی یکساں بھلائی کے لئے استعمال کریں اور اگر عوام کے منتخب کردہ نمائندے یہ کام نہ کریں تو عوام کو حق پہنچتا ہے کہ وہ ان سے حکومت کا اختیار فوری طور پر واپس لے لیں۔

یہ بات بھی ہمارے پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسانیت پیچھے کی جانب نہیں جا رہی ہے بلکہ آگے کی جانب بڑھ رہی ہے۔ اکیسویں صدی کی جانب۔ انسان نے اب تک علمی، سائنسی اور فنی میدان میں جس قدر ترقی کر لی ہے، اور تمام رکاوٹوں اور مزاحمتوں کے باوجود وہ اپنی جبلی صلاحیتوں اور قوانین قدرت سے کام لیتے ہوئے اور کائنات کی قوتوں کو اپنے لئے مسخر کر کے، جس طرح آگے بڑھ رہا ہے اس کے اس سفر زندگی میں مذہب (Religion) نہیں بلکہ ایمان (Faith) اس کی اصل ضرورت اور معاون قوت ہے۔ اس کے بل پر ہی وہ آئندہ کے مراحل کامیابی کے ساتھ طے کر سکے گا اور انسان دوستی کی

MashalBooks.org

معراج..... عالمی امن، انسانی اتحاد اور انسان دوست معاشرہ کے قیام .....تک پہنچ پائے گا۔ گویا مذہب نہیں بلکہ ایمان ، اچھا انسان (یعنی سماجی بھلائی کرنے اور ظلم و نا انصافی کو روکنے والا انسان) تیار کرتا ہے۔ ایسا انسان اب وقت کی ضرورت ہے۔ مستقبل کی تعمیر ایسے ہی انسان کر سکیں گے۔ انسانیت کی بھلائی اسی طرح کے انسانوں کے ذریعے ممکن ہے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

کائنات اور انسان

اگر ہم انسانی زندگی کو بار آور اور پُر مسرت بنانا چاہتے ہیں تو کائنات کی بنیادی حقیقتوں کو سمجھنا اور انہیں بنیاد بنا کر معاشرے کے نظام کو درست کرنا ضروری ہے۔

ان حقیقتوں کے سلسلے میں سب سے پہلے ہمیں انسان کی پیدائش کے مقصد کو جاننا ہوگا اور کائنات اور اس کے خالق کے ساتھ انسان کے رشتے کے بارے میں حقیقت کو سمجھنا ہوگا، اور یہ سمجھنا اس طرح کا ہونا چاہیے جیسے اس حقیقت کو آپ نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس وجہ سے آپ کو یقین کامل حاصل ہوا ہے۔ کیونکہ جب تک کسی چیز کو دیکھا نہ جائے اور اس کو جانا اور سمجھا نہ جائے اس کی حقیقت تک نہیں پہنچا جا سکتا۔ جیسے جیسے انسان کے اندر خالق کی دید بڑھتی جاتی ہے، مخلوق کے خالق سے تعلق اور محبت میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

اس طرح کھلی آنکھوں سے دیکھنے سے ہمارے ذہن میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ کائنات (ہماری یہ دنیا جس کا حصہ ہے) ایک قائم بالذات ہستی نے تخلیق کی ہے اور یہ کہ اس نے اپنی تمام مخلوقات کو بے عیب پیدا کیا ہے، ان میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں ہے۔ نیز یہ کہ ان جملہ تخلیقات میں انسان مرکز تخلیق بھی ہے اور مقصد تخلیق کو پورا کرنے میں خالق کا مددگار بھی۔ ہماری اس دنیا میں جو نقائص ہمیں نظر آ رہے ہیں وہ خالق کے تخلیق کردہ نہیں ہیں بلکہ انسانوں کے اپنے وضع کردہ ہیں اور اس وجہ سے ہیں کہ انہوں نے خالق کو اپنے فہم و ادراک اور استدال عقلی کا صحیح طور پر استعمال کر کے دیکھا نہیں ہے اور اس وجہ سے وہ اسے جان نہیں پائے ہیں۔ یہ اسی بات کا نتیجہ ہے کہ وہ غلط روش اختیار کرتے ہوئے اپنے معاشرے میں سچائی کے راستے پر چلتے ہوئے عدل و انصاف قائم کرنے کی بجائے جھوٹ، منافقت، کمزوروں کے استحصال اور دوسرے انسانوں کو بنیادی ضروریات زندگی اور ذرائع پیداوار کے استعمال سے محروم کر کے خود اپنے لئے دولت کے انبار لگانے اور غیر ضروری آسائشیں حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں معاشرہ دو متصادم

MashalBooks.org

طبقوں میں بٹ جاتا ہے اور انسانوں میں ایک دوسرے سے نفرت و عداوت اور آپس میں عدم رواداری کے رویے جنم لیتے ہیں۔

یہ بات جب ہم سمجھ لیتے ہیں کہ دنیا کی تمام خرابیاں انسان کی اپنی اختراع کردہ ہیں جب کہ خالق نے کائنات کی ہر چیز بے داغ اور حسین پیدا کی ہے، تو لا محالہ ہماری طبیعت خود بخود چاہنے لگتی ہے کہ خالق کی تعریف کریں۔ اس طرح ہم خالق کے ساتھ اپنی ذات کا گہرا تعلق محسوس کرنے لگتے ہیں، ہم اپنے آپ کو شعوری طور پر خالق کی سپردگی میں دے دیتے ہیں اور کامیاب زندگی گزارنے کے لئے ذہناً و ارادتاً اس کی پیدا کردہ چیزوں کے احترام کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔

انسانی رویہ میں یہ تبدیلی دراصل ''انسان کی درستگی'' سے حاصل ہوتی ہے، ''اشیاء کی درستگی'' سے نہیں۔ اشیاء کا نقص چونکہ خود انسانوں کا پیدا کردہ ہے، اس لئے اشیاء کی درستیگ، دید کی درستگی کے ذریعے انسان کی درستگی کے نتیجے میں خود بخود ہو جاتی ہے۔ اس طرح اپنے رویہ کی درستگی سے انسان فضول قسم کی بندشوں سے آزاد ہوجاتا ہے، چاہے وہ مادی بندشیں ہوں یا خیالات ونظریات کی بندشیں۔ اس کا مختلف امور کے بارے میں نقطہ نظر مثبت ہو جاتا ہے۔ اس کے خیالات ونظریات میں پختگی آجاتی ہے۔ سوچ میں بڑی حد تک یکسانیت پیدا ہو جانے سے آپس میں اچھے تعلقات استوار ہو جاتے ہیں اور نتیجہ خیز اجتماعی زندگی کی تشکیل میں ایک دوسرے کے ساتھ گہرا تعاون کرنے کے لئے لوگ اپنے اندر خوشگوار آمادگی پانے لگتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ انسانوں کا جانوروں، پرندوں، نباتات اور دوسری مخلوقات کے ساتھ بھی ایک محبت آمیز تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔

اس انداز سے جب انسان کا اپنے خالق اور کائنات کے ساتھ قریبی تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو اس کے اندر خالق کی صفات کا جزوی طور پر تو نمایاں ہو جاتا ہے۔ خالق کی ذات چونکہ رحمان اور رحیم ہے اس لئے انسان اپنے جیسے دوسرے انسانوں، بلکہ تمام مخلوقات کے ساتھ، اچھا سلوک کرنے لگتا ہے۔ خالق کی ذات حسن کامل ہے اس لئے اس کا عکس انسان کو اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو، اپنے ماحول کو اور معاشرے کو صاف ستھرا اور حسین بنائے۔ خالق کی ذات مصور اور رازق ہے اس لئے انسان نئی نئی مصورانہ تخلیقات اور

MashalBooks.org

ایجادات کرتا ہے اور انفرادی اور اجتماعی سطح پر معاشی خود کفالت کی کوشش میں مصروف رہتا ہے۔ اس طرح انسان اپنی کاوشوں سے انسانی زندگی کو خوبصورت اور بارآور بناتا رہتا ہے۔

چنانچہ جب کوئی شخص اپنے اندر خالق کی طرف سے ودیعت کردہ ان صفات کو اور اسے دی گئی دوسری صلاحیتوں کو چشم بینا سے دیکھ اور سمجھ کر استعمال میں لاتا ہے تو عوام الناس اس کی طرف کھینچتے چلے آتے ہیں اور اس کی طرف سے انسانی معاشرے کی بہتری کے لئے کئے جانے والے کاموں میں اس کے ساتھ خوش دلانہ تعاون کرنے لگتے ہیں۔ ایسے لوگ مومن کہلاتے ہیں۔ جو لوگ اس طرز پر خالق کی محبت اور انسانیت کی خدمت پر آمادہ نہیں ہوتے وہ کافر، منافق اور فاسق (فساد پھیلانے والے) کہلاتے ہیں اور اس کے ذریعے معاشرے کی بہتری اور ترقی کے لئے کوئی کام نہیں ہو پاتا۔

تخلیق نو کا انکار

اب ہم اس حقیقت کو بیان کرنا چاہیں گے کہ کائنات کی تخلیق کے بعد انسان کی تخلیق دراصل ایک تخلیق نو کا عمل تھا اور یہ عمل انسان کے ذریعے مسلسل جاری رہنے والے تخلیقی عمل کا آغاز تھا۔ گویا تخلیق نو ہر لمحہ اور ہر دور میں جاری رہنے والا عمل ہے اور اسی تخلیقی عمل پر انسانی ترقی کا دارومدار ہے۔ چنانچہ یہ مثال ہمارے سامنے ہے کہ نقل وحمل کے لئے اونٹ اور بیل کے بعد موٹر کار، ریل اور ہوائی جہاز کی ایجادات اسی طرح کے تخلیقی اعمال ہیں۔ جو لوگ اس تخلیقی پیش رفت کا انکار کرتے ہیں وہ تخلیق نو کے منکر اور ماضی کی روایات کے اسیر محض ہیں۔ اس بات کو سمجھنے کے لئے اس حقیقت کا ادراک حاصل ہونا بھی ضروری ہے کہ تخلیق نو کا انکار کرنے والی اولین ہستی شیطان کی ہے اور وہ منفی قوتوں کا سرغنہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ تخلیق کے عمل کو انسانی زندگی کے لیے ضروری مان کر اس میں شریک نہیں ہوتے، اور ماضی کی روایات سے چمٹے رہتے ہیں وہ دراصل اس شیطان کے پیروکار ہیں جس نے خالق کائنات کی طرف سے کی گئی انسان کی تخلیق کا (جو کائنات میں تخلیق نو کا نقطہ آغاز تھا) انکار کیا تھا۔ چنانچہ شیطان کی شخصیت اور اس کا خالق کائنات کے ساتھ قرآن میں بتایا گیا مکالمہ محض ایک استعارہ نہیں ہے بلکہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ انسان کی تخلیق

MashalBooks.org

کے خلاف شیطان کے خالق کائنات سے احتجاج کی نوعیت دراصل انسان کو دیئے گئے ایک کھلے چیلنج (Challenge) کی تھی کہ وہ رہتی دنیا تک اسے مثبت راستوں سے ہٹا کر منفی راستوں پر چلانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا۔ اب انسان کا کام یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے معاملات کے بارے میں شیطان کے اس چیلنج کو شعوری طور پر قبول کرے اور مثبت راہوں کو تلاش کر کے اور ان پر چل کر، شیطان کی تمام چالوں کو ناکام بنائے۔ اس لئے جب تک یہ دنیا قائم ہے تخلیق کے عمل کو آگے بڑھانے والوں اور اس عمل کو منجمد کرنے یا اس میں رکاوٹیں ڈالنے والوں کے مابین کشمکش جاری رہے گی۔ تاریخ کے ہر دور کے انسان کو یہ فیصلہ بہرطور کرنا ہے کہ وہ کس پلڑے میں اپنا وزن ڈالتا ہے، آگے بڑھنے اور تخلیق کے عمل میں حصہ لینے میں یا ماضی کی فرسودہ روایات سے چمٹے رہنے اور موجودہ حالات کو ایک ہی حالت میں برقرار رکھنے کے حق میں، چاہے اس کے اس عمل کی وجہ سے انسانیت کا کتنا ہی نقصان کیوں نہ ہو جائے۔

اصل حقیقت تو یہ ہے کہ خالق نے اپنی تخلیق، انسان کے اندر تخلیق کی بے بہا اور لامتناہی قوتیں رکھ دی ہیں اور ان قوتوں کو بروئے کار لانے کے لئے اسے کائنات میں موجود ہر چیز کا مکمل تعاون دلا دیا ہے۔ ان اشیاء سے فائدہ اٹھانے کے لئے انسان کی طرف سے صرف نیت، ارادہ اور اس بات کا گہرا شعور درکار ہے کہ خالق کی تخلیق کردہ کائنات دراصل انسان کی دنیا کو ترقی دینے اور خوبصورت بنانے کے لئے ہے۔ گویا انسان کو یوں ہی کھیل تماشے کے طور پر پیدا نہیں کیا گیا ہے بلکہ اسے ایک واضح مقصد بھی دیا گیا ہے جو یہ ہے کہ وہ اپنے ماضی کی حالت (معاشی، سیاسی، سماجی، ثقافتی اور انتظامی حالت) کو حال اور مستقبل میں بہتر سے مزید بہتر حالتوں میں تبدیل کرتا چلا جائے، یہاں تک کہ انسانی معاشرے میں اونچ نیچ، استحصال، ظلم و ناانصافی کا خاتمہ ہو جائے اور دنیا ایک پرامن پرمسرت اور خوشحال معاشرہ میں تبدیل ہو جائے۔

تخلیق نو کے عمل میں سب سے بڑی رکاوٹ روایات پرستی اور ماضی پرستی کی ہے جو انسان کو اس طرح جکڑے رکھتی ہے کہ اس کے اندر صلاحیتوں کا جو ابھار ہے اور حقائق کو بیان کرنے کی جو امنگ ہے، وہ دبی رہ جاتی ہے اور اس وجہ سے نئی نئی تخلیق نہ کر کے وہ خود

MashalBooks.org

اپنی زندگی کو بھی بہتر اور بار آور نہیں بنا پاتا اور قوم و ملک کی ترقی کے لئے بھی کوئی موثر کردار ادا نہیں کر پاتا۔ چنانچہ عمل تخلیق میں پیچھے رہ جانے والی قومیں معاشی اور سماجی لحاظ سے پسماندہ، سیاسی لحاظ سے ناپختہ و کمزور اور ثقافتی لحاظ سے بے اثر ہو جاتی ہیں اور جہالت، بیماریوں، لاچاریوں اور نامرایوں کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اس لئے اذکار رفتہ اور ناکارہ (outdated) روایات کی پابندی ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ جس جگہ روایات کی غلامی مسلط ہو وہاں نئے نئے راستوں اور انسانی زندگی کے لئے مفید ایجادات کا ظہور میں آنا ممکن نہیں ہوتا، اور زندگی آگے کی طرف بڑھنے اور بلندیوں کو چھونے کے بجائے تخلیق کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے اور ذلت کی گہرائیوں میں اتر جانے کی طرف مائل ہو جاتی ہے، اور یوں زندگی بے مزہ اور بدصورت ہو جاتی ہے۔ دوسروں کی اور اپنی وضع کردہ منفی روایات کی پابندی انسانوں میں جہالت، تنگ دلی اور سخت مزاجی پیدا کرتی ہیں۔ اس سے انسان کے اندر الہام و وجدان (intution and inspiration) رک جاتا ہے، تخلیق کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں اور نئی ایجادات کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ منفی رویہ رکھنے والے انسان خالق کا نام لیتے رہنے کے باوجود دوسرے لوگوں پر سختی اور ظلم روا رکھتے ہیں، جب کہ خالق کے ساتھ وابستگی کا اقرار کرنے کے بعد تو آپس میں محبت اور بھائی چارے کا جذبہ ابھرنا چاہیے۔ یہ تضاد دراصل اس وجہ سے ہے کہ وہ تخلیق نو کے بارے میں سوچ کو سمجھ نہیں پائے ہیں۔ دراصل اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ کیا خالق نے کائنات کو بے شمار قوتوں اور رعنائیوں سے نہیں نوازا ہے؟ کیا علمی، سائنسی اور تکنیکی میدانوں میں انسان کی مسلسل پیش رفت خالق کی مرہون منت اور اس کی قدرت کاملہ کا واضح ثبوت نہیں ہے؟ کیا اس خالق کی وہ تصویر صاف طور پر نظر نہیں آتی جو کائنات میں چہار سو منعکس ہے، اور جو خود انسان کے اپنے اندر سرایت کئے ہوئے ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہمیں روایات، تصورات اور اوہام کا (جو فی الاصل ہماری اپنی ذات کی کمزوریوں اور بے معنی خواہشات کا مجموعہ ہیں) سہارا لینے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی ہے؟ ہم کائنات کی ہر چیز پر خالق کی طرف سے دیئے گئے اختیارات اور اس کی طرف سے ودیعت کردہ صلاحیتوں اور قوتوں کے بل پر شیطان کے منفی اور غیر تخلیقی رویوں کو مسخر کیوں نہیں کرتے؟

MashalBooks.org

ہم اپنے مثبت رویوں کی بنیاد پر معاشرے کی تعمیر کیوں نہیں کرتے؟ اگر انسان اس کام میں اب تک ناکام رہا ہے تو اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ وہ اپنے خالق کی ''تصویر'' (Image) کو اپنی چشم بینا سے دیکھ نہیں رہا بلکہ اس کے برعکس فرسودہ روایات اور اپنی منفی خواہشات کے تحت وضع کردہ ''تصورات'' کے جال میں پھنسا ہوا ہے۔ اس جال میں سے اپنے آپ کو ذہنی طور پر آزاد کرانا ہماری اولین ضرورت ہے۔ اس گنجلک سے اپنے آپ کو آزاد کرائے بغیر ہمارا کسی بھی اجتماعی عمل میں حصہ لینا خواہ وہ سیاسی عمل ہو، سماجی عمل ہو یا معاشی عمل لا حاصل اور وقت ضائع کرنا ہے۔ لہٰذا خالق کی جانب سے کائنات کی تخلیق کے بعد انسان کی تخلیق دراصل ایک تخلیق نو کا عمل تھا اور اس میں اس بات کا اشارہ دیا گیا تھا کہ تخلیق نو خالق کائنات کا مقصد عین ہے اور یہ کہ شیطان اس مثبت عمل کا سخت ترین مخالف ہے۔ خالق کی تصویر کو چشم بینا سے دیکھ لینے کے بعد ہی انسان اپنی منفی خواہشات کے تحت وضع کردہ تصورات کے بندھنوں سے آزاد ہوسکتا ہے۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ ادیب، شاعر، آرٹسٹ انسانی زندگی کو بامقصد اور خوبصورت بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں اور معاشرے کو ترقی پذیر اور معتدل بنانے میں موثر ہوتے ہیں، بشرطیکہ وہ تخلیق نو کے اصول کی افادیت اور اس کے انکار سے پیدا شدہ پیچیدگیوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ ایسے لوگ قوموں کو زندگی کے تمام شعبوں میں عروج پر لے جانے کا باعث بنتے ہیں۔ مگر روایت پرستی کے منفی رجحانات اور تخلیق نو کی وضعیت سے انکار کے بعد انسانی رویہ میں جو تنزل واقع ہوتا ہے اس کے اثرات ادبیات پر بھی پڑتے ہیں۔ چنانچہ وہ تمام ادبی تحریریں، شاعری اور فنی تخلیقات جو محض انکار پر مبنی ہوں ادھوری اور غیر معیاری رہ جاتی ہیں۔ ان میں گہرائی اور گیرائی ناپید ہوتی ہے۔ وہ انسانی معاشرے کی ٹھوس رہنمائی کرنے سے عاری ہوتی ہیں۔ اس طرح کی ادبی و فنی تخلیقات کوئی ایسا طریق زندگی وضع کرنے میں بھی مددگار نہیں ہوتیں جو انسانی فلاح پر منتج ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ادب، شاعری اور فن کو تخلیق نو کے انکار کے بجائے اس کے اقرار پر استوار کیا جائے اور ادیبوں، شاعروں اور فنکاروں کو اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ زندگی کو منفی کے بجائے مثبت راستوں پر چلانے کے لئے معاشرے کے مددگار بنیں۔

MashalBooks.org

یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر وہ ادھورے نہیں بلکہ کامل ادیب، شاعر اور فنکار بن سکتے ہیں اور تخلیق نو کے لئے اپنا حقیقی کردار ادا کر سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ ادبی تنقید (Literary criticism) کے بغیر ''دین'' کا راستہ بھی واضح نہیں ہوسکتا۔ اگر نقاد ایسا نہیں کرتے تو اپنے متعلق یہ کتنے ہی بلند بانگ دعوے کریں اور اخبارات و رسائل اور ریڈیو و ٹی وی انہیں خواہ کتنا ہی اچھالیں اور عوام میں ان کی توقیر ٹائم کرنے کی کتنی ہی کوششیں کریں وہ انہیں خود اپنی نظروں میں بھی اور عوام اور خالق کی نظروں میں بھی گرنے سے نہیں بچا سکتے۔ خالق اور مخلوق کے درمیان ادب، شاعری اور فن کے اظہار کے ذریعے فراق (دوری) پیدا کرنا ایک انتہائی قبیح فعل ہے جس سے بڑے تخلیق کاروں نے ہمیشہ پرہیز کیا ہے۔ اس سلسلے میں ''فراق'' کا ایک پورا فلسفہ گھڑا جانا اور خالق و مخلوق کے مابین قربت کے مثبت رشتوں کے بجائے دوری کے منفی رشتے پر زور دے کر ہر دو کے درمیان فراق کی بنیاد پر منفی ادب کی تخلیق کر کے اور اس میں انسان کی تخلیق نو کی صلاحیت پر پردہ ڈال کر اسے اپنی زندگی میں مجبور اور بے بس ظاہر کر کے ''اس کی مغفرت اور اس کی دانستہ کوتاہیوں کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مشکلات اور مصائب سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے دعاؤں کا پورا سلسلہ وضع کرنا، دراصل اس غرض کے لئے تھا کہ گمراہ کن اور منفی فلسفوں کی بنیاد پر قائم مذہبی اجارہ داری کے پورے نظام کے لئے جواز پیدا کیا جائے۔

تخلیق کی بنیاد: محبت

یہاں تک غور و فکر کرنے کے بعد اب ہم اس حقیقت کو بیان کریں گے کہ کائنات اور انسان کی تخلیق کے پیچھے جو قوت تخلیق کارفرما ہے وہ حقیقت میں محبت کی قوت محرکہ ہے۔ اس بات کا آغاز ہم اس سے کرتے ہیں کہ بنیادی طور پر یہ عورت اور مرد کے درمیان محبت کا رشتہ ہی ہے جو انسان کی تخلیق کا ذریعہ بنتا ہے اور آگے چل کر ان کے ذریعے انسانی معاشرہ وجود میں آتا ہے اور دنیا کا سارا کاروبار چلتا ہے۔ محبت ایک بہت بڑی قوت ہے جس کے بل پر ایک ماں اپنی اولاد کے لئے برسوں ہر طرح کا دکھ اور تکلیف جھیل کر اسے پروان چڑھاتی ہے اور اسے صحت مند بنا کر اس قابل بناتی ہے کہ وہ بڑا ہو کر

تخلیق نو کے عمل میں مثبت طور پر حصہ لے سکے۔ پھر یہ خالق کی انسان کے ساتھ محبت کے نتیجے میں حاصل شدہ قوت ہی ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ محبت سے پیش آتا اور ایک ضرورت مند یا مصیبت میں مبتلا انسان کے لئے وقت اور مال کی قربانی بلکہ اپنی جان تک کی قربانی دے ڈالتا ہے۔ نیز یہ خالق کے ساتھ انسان کی محبت کا جذبہ ہی ہے جو اسے خالق کی ذات سے اپنی ذات کو وابستہ کرنے کی تمنا اور کوشش میں دنیا کی تمام مخلوقات، وہ انسانی ہوں یا غیر انسانی، کے ساتھ بھلائی کرنے اور نئی نئی ایجادات اور تخلیقات کے ذریعے معاشرے کو سماجی اور معاشی طور پر بہتر سے بہتر بنانے کے لئے جان مارتا ہے۔ یہ محبت کا خوبصورت جذبہ ہی ہے جو انسان کو اس بات پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے معاشرے کو خوبصورت بنائے اور بچوں اور نوجوانوں کے لئے اچھی صحت کا اہتمام کر کے انہیں خوبصورت اور چہار سو خوبصورتی پھیلانے والے بنائے۔ اس جذبہ محبت کے تحت اس کا دل چاہتا ہے کہ ہر طرف سبزہ و گلزار ہو، لوگ رنج اور تکلیف میں کم سے کم مبتلا ہوں، ایک دوسرے سے محبت کرنا اور ان کے کام آنا ان کا اشعار ہو اور جنگ و جدل اور تباہی و بربادی کے بجائے ہر طرف امن و سکون اور تعمیر و ترقی کے مناظر ہوں۔ محبت ہی وہ جذبہ ہے جو تخلیق نو کے عمل کے لئے مفید ایجادات کو انسانیت کی بہتری کے بجائے اس کی تباہی و بربادی کے لئے استعمال کرنے والی شیطانی (منفی) قوتوں کی راہ میں رکاوٹ بن جاتا ہے اور انہیں شکست دینے کے لئے عمل پیرا ہونے اور سخت سے سخت جدوجہد کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

محبت کا جذبہ انسان کے اندر رواداری کا رویہ بھی پیدا کرتا ہے اور اس میں ان مضرت رساں نسلی، لسانی، گروہی، مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصّبات فروغ پانے سے روکتا ہے جو انسان کو اس کے اندر موجود تخلیق نو کی قوت کے اظہار سے باز رکھتے ہیں۔ ان تعصّبات کی وجہ سے تخلیق کے سوتے خشک ہو جاتے ہیں اور انسان تعمیر معاشرہ کے لئے کوئی کردار ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ وہ خود اپنے پیدا کردہ تعصب، نفرت اور دشمنی کے احساسات کے تحت معاشرے کو محبت بھری نگاہوں سے نہیں دیکھ پاتا اور اس وجہ سے وہ ملک کا ایک مفید شہری نہیں بن سکتا۔ وہ کوئی تخلیق نہیں کر سکتا۔ وہ صرف منی کردار ادا کر سکتا ہے۔ ایسا

MashalBooks.org

شخص اگر سیاست کے میدان میں قدم رکھے گا تو منفی سیاست کرے گا وہ اگر معاشرتی اور معاشی میدان میں داخل ہو گا تو وہاں بھی وہ تخلیق عمل میں رکاوٹ ڈالے گا۔ وہ خود غرضی میں مبتلا ہو جائے گا۔ وہ سب کچھ اپنی خاطر کرے گا اور جو وسائل اس کے پاس ہوں گے انہیں اجتماعی مفاد کے لئے خرچ کرنے سے گریز کرے گا، اور ایسا نہ کرنے کے لئے جواز پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہاں تک کہ اگر کہیں کسی میدان میں تخلیق نو کی کوششیں ہو رہی ہوں گی تو ان میں رخنہ ڈالنے کی کوشش کرے گا۔

خالق و مالک واحد سے محبت کا جذبہ ہی انسانوں کو بین الاقوامی سطح پر بھی ایک دوسرے کے قریب تر آنے، اور خالق کائنات کے بتائے گئے وحدت انسانیت (Unity of humankind) کے اصول کی بنیاد پر قوموں اور امتوں کی شکل میں بٹ جانے کے بجائے امت واحد (one people) کی شکل اختیار کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور اس طرح مستقبل قریب نہیں تو مستقبل بعید میں انسانوں کو آپس میں تقسیم کرنے والے تمام تعصّبات کو ختم کر کے ایک ایسا ''جنتی معاشرہ'' قائم کرنے کے لیے تیار کرتا ہے جس میں کسی کو کسی کی احتیاج نہ ہو اور ہر شخص ، بیماری اور بڑھاپے کی مجبوریوں سے آزاد ہو کر، ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایک خوشحال معاشرے کے فرد کی حیثیت میں ڈھل جائے۔

اس منتہائے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے خالق کی طرف سے انسان کے اندر وہ تمام صلاحیتیں رکھ دی گئی ہیں جو خود اس تک پہنچنے کے لئے ضروری ہیں۔ یہ صلاحیتیں آہستہ آہستہ ظہور پذیر ہوں گی، جس طرح کہ آغاز آفرینش سے اب تک جزوی طور پر ظہور پذیر ہوتی چلی آئی ہیں اور منتہائے مقصود تک پہنچنے کا کارنامہ عظیم خود انسان ہی کے ہاتھوں سرانجام پائے گا۔ اس کام کو کرنے کے لئے انسان سے ماورا کوئی غیر مرئی مخلوق نہیں آئے گی۔ یہی حقیقت جو اب تک خالق کائنات کی جانب سے تخلیق نو کے عمل کی صورت میں موجود ہے اور جو آئندہ آنے والے ادوار میں موجود رہے گی، اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ کائنات کو وجود بخشنے اور انسان کی تخلیق نو کرنے والی ہستی ازل سے موجود ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس کی اس حیثیت کو مان کر، اور اسے تمام اچھائیوں کا منبع اور تمام اچھے مقاصد کے لئے انسانوں کی جدوجہد میں مددگار اور موئید جان کر، سیاست، معشیت، معاشرت، ثقافت

اور سائنس وٹیکنالوجی کے میدانوں میں آگے بڑھنے ہی سے دنیا میں کامیابی سے ہمکنار ہوا جا سکتا ہے، اس کے بغیر نہیں۔

چند قومیں اگر سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے بڑھی بھی ہیں تو ان کے ان ترقیاتی کاموں کے ثمرات دوسری قوموں تک بہت کم پہنچ سکے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ انہوں نے خالق کائنات کو، اور اس کے تخلیق نو کے عمل کو، دیکھا اور سمجھا نہیں ہے۔ وہ اس بارے میں اب تک جہالت میں مبتلا ہیں اور غیر ضروری اور منفی روایات کے اپنے پیدا کردہ تصورات کے اسیر ہیں اور کھلی آنکھوں سے اصل حقیقت کا مشاہدہ کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔

☆☆☆

MashalBooks.org

پیغمبروں کا اسلام

ہر انسان اپنی فطرت میں شر اور خیر کی قوتوں کا مجموعہ ہے لیکن وہ بنیادی طور پر خیر کی طرف قطعی میلان رکھتا ہے۔ اس کی جبلت یا اندرونی تحریک کی بنیاد محبت، حسن، بھائی چارہ، تعاون و اشتراک اور جذبہ قربانی پر رکھی گئی ہے۔ نیز اس میں تعمیر و ترقی اور ماضی کے تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے آگے بڑھنے اور معاشرے کی بہتری کے لئے اجتماعی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی صلاحیت موجود ہے۔

ظاہر ہے زندگی کے کسی میدان میں کوئی بھی ترقی اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ انسانی عمل کے راستہ میں ایسی نفسیاتی، نظریاتی اور مادی رکاوٹیں حائل نہ ہوں جنہیں عبور کرنے کے لئے انسان کو کوشش اور مشقت کرنی پڑے۔ اس سلسلے میں سب سے بڑی رکاوٹ انسانی نفس کی ترغیبات ہیں جو اس کی توجہ اجتماعی مفاد سے ہٹا کر ذاتی مفادات کی طرف مبذول کراتی رہتی ہیں۔ یہی ترغیبات شر کی قوتیں کہلاتی ہیں اور انہیں کے عمل دخل سے انسانی معاشرے میں ذاتی و گروہی مفادات اور استحصالی طبقات جنم لیتے ہیں اور ان کے ذریعے عوام کے استحصال کا دروازہ کھلتا ہے۔ مخصوص مفادات رکھنے والے یہ عناصر جو اقلیت میں ہوتے ہیں اکثریت پر اپنی گرفت قائم رکھنے کے لئے ایسے حربے استعمال کرتے ہیں جو معاشی بھی ہوتے ہیں اور سیاسی بھی ان حربوں کا مقصد نسلی، لسانی، قومی اور مذہبی تعصّبات کو ابھار کر عوام کو تعلیم حاصل کرنے سے اور ان کے سیاسی شعور میں اضافہ کے ذریعے ملک کے سیاسی عمل میں شرکت کرنے سے روکنا ہے۔

اس وقت ہم خاص طور پر مذہبی تعصب کے بارے میں غور کریں گے جو آج کی دنیا میں اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت وغیرہ کے ناموں سے موسوم ہے اور جو اس وقت انسانی معاشرے میں عدم رواداری، منافقت، تشدد اور استحصال کا ذریعہ بنا ہوا ہے۔ دنیا میں آج کل جتنا بھی ذہنی انتشار ہے ہماری دانست میں اس کی اصل وجہ جدید دور کی علمی، سائنسی اور فنی ترقیوں کے باوجود انسان کا اپنے نفس کی منفی خواہشوں سے مغلوب ہو جانا ہے

جس میں سرفہرست اجارہ دار اقلیت کی طرف سے مظلوم اور بے بس اکثریت پر معاشی اور سیاسی غلبہ حاصل کرنے کی خواہش ہے۔ اس اقلیت میں مٹھی بھر جاگیردار، سرمایہ دار، نوکر شاہی اور مذہبی اجارہ دار شامل ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے زیادہ معاونت مذہبی پیشواؤں یعنی علماء، مشائخ اور پیروں کی طرف سے ہوتی ہے جو بے اصول حکمرانوں سے عوام دشمنی پر مبنی اپنی حمایت کے بدلے میں مذہبی اختیارات اور مال و دولت حاصل کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ یہ اس خدمت کا معاوضہ ہے جو یہ مذہبی عناصر عوام کے اندر ان کے حق میں پروپیگنڈہ کر کے اور عوام کو ان کے خلاف موثر آواز اٹھانے سے باز رکھ کر حاصل کرتے ہیں۔ مجموعی سطح (macro level) پر دیکھا جائے تو دنیا بھر میں جس قدر فساد برپا ہے اور جس قدر ظلم و زیادتی ہو رہی ہے اس کی تہہ میں مذہبی تعصب پر مبنی جہالت کارفرما ہے۔ اس تعصب میں جس قدر کمی واقع ہو گی اسی قدر جہالت دور ہو گی اور علم کی روشنی پھیلے گی اور اس کے نتیجے میں بالادست طبقے کمزور پڑیں گے۔ مذہبی تعصب کے بعد نسلی، لیسانی اور قومی تعصب کی باری آتی ہے۔ لیکن یہ تمام تعصّبات اگر دور ہو سکتے ہیں تو وہ بھی مذہبی رواداری اپنا کر ہی دور ہو سکتے ہیں۔ ان تعصّبات کو کسی دوسرے طریقے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

یہاں پر یہ بات بھی محل نظر رہنی چاہیے کہ محض مذہبی رواداری کو اپنانے سے مرض کا پورا علاج نہیں ہو سکے گا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ مذہبی رواداری سے آگے قدم بڑھا کر دین اسلام کا وہ مثبت نظریہ بھی اپنایا جائے جو تمام پیغمبروں نے یکساں طور پر انسانیت کو ودیعت کیا تھا۔ یہ نظریہ انسان دوستی پر مبنی ہے۔ یہ نظریہ تمام تعصّبات سے بلند ہو کر، حتیٰ کہ مذہب سے بھی بلند ہو کر، بلا تفریق نسل، رنگ، زبان اور قوم کسی بھی ملک کے تمام باشندوں کو یکساں حقوق اور ترقی کے یکساں مواقع دیتا ہے۔ مذاہب اپنی موجودہ ساخت میں پیغمبروں کے لائے ہوئے نہیں ہیں۔ یہ پیغمبروں کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد یا تو ان کے پیروکاروں نے ان کی عقیدت میں غلو کرتے ہوئے اور پرانی روایات اور رسومات کو اپناتے ہوئے، اپنے طور پر بنائے ہیں یا پھر پیغمبروں کے دور کے استحصالی عناصر نے، جو ان کی موجودگی میں ان کی دعوت کے مقابلے میں مغلوب ہو گئے تھے، ان کی وفات کے بعد دوبارہ سر اٹھایا اور عوام پر اپنا معاشی، معاشرتی اور سیاسی غلبہ حاصل کرنے کے لئے انہوں

MashalBooks.org

نے مذاہب کو ایک ایسی شکل دی جس سے عوام کی توجہ ٹھوس زمینی حقائق اور ان کے متعلق مسائل سے ہٹائی جا سکے اور نظام زندگی کو امید، محبت اور انسانی بھائی چارہ کے مثبت عوامل پر استوار کرنے کے بجائے عوام کو غیر مرئی قوتوں کے خوف میں مبتلا کر کے ان سے بچاؤ کے لئے مذہبی اجارہ داری کے وجود کو بطور وسیلہ منوا لیا جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کے اندر علم کی اہمیت میں اور دنیا کے حالات میں ہر دم ہونے والے تغیرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے فرد اور معاشرے کو مادی اور روحانی طور پر آگے بڑھانے اور ترقی دینے کی ضرورت کے احساس میں کمی واقع ہوگئی۔

یہ بات بھی سمجھنا ضروری ہے کہ اسلام مذہبی روایات پر مبنی عبادات و رسوم کا مجموعہ نہیں اور نہ ہی یہ موروثی طور پر حاصل ہونے والی پہچان کا نام ہے بلکہ یہ کائنات کی خالق اور پروردگار ہستی کی طرف سے انسان کو دنیا میں زندگی گزارنے کے لئے دی گئی ہدایات ہیں جن پر عمل پیرا ہونے سے ایک مخصوص طرز زندگی تشکیل پاتی ہے جس سے انسانی معاشرہ میں انسانی مساوات، معاشی ترقی، امن، محبت اور بلا تفریق نسل، رنگ، قوم و مذہب ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے سرگرم عمل ہونے کی راہیں کھلتی ہیں اور دنیا استحصالی عمل سے باز آ کر امن اور جمہوریت کی طرف بڑھتی ہے۔ اس سے ہر قسم کے منفی تعصّبات کے خاتمے کا عمل شروع ہوتا ہے اور انسانی تعلقات میں رواداری اور برداشت کا مادہ پرورش پانے لگتا ہے۔ اسلام وہ نہیں ہے جو ہم مسلمانوں نے بنا رکھا ہے اور جو مغرب نے سمجھ رکھا ہے، کہ جس کی بنیاد پر وہ ایک طرف مسلمان اپنے سے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے خلاف وقتاً فوقتاً جہاد کا اعلان کرتے رہتے ہیں اور دوسری طرف اہل مغرب مسلمانوں کے خلاف بنیاد پرستی (fundamentalism) اور دہشت گرد (terrorism) کے الزامات دھرتے رہتے ہیں۔ آخر دونوں اطراف کے لوگ یہ بات ماننے کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے کہ ایک طرف تو یہ ضروری ہے کہ مذہبی رواداری سے کام لے کر اور ہر ایک کے لئے بنیادی انسانی حقوق کو عملاً تسلیم کر کے، زندگی کے بارے میں اپنا نقطہ نظر اپنی آزاد مرضی سے اختیار کرنے کا حق تسلیم کیا جائے۔ اور دوسری طرف پیغمبروں کے بتائے ہوئے مساوات، عدل اور بھائی چارہ کے اصولوں کے مطابق انسانی بنیاد پر ایک دوسرے کو ''امت واحدہ'' کے

MashalBooks.org

افراد قرار دیتے ہوئے ایک دوسرے کی بہتری کے لئے کام کرنے کے لئے شعوری طور پر مثبت انداز میں کوشش کی جائے۔ اسلام صرف پیدائشی مسلمانوں(born Muslims) کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا نام نہیں ہے (جو سلوک کہ اس وقت ناپید ہے) بلکہ ہر ضرورت مند انسان کے کام آنے کا نام ہے۔ ہمارے مذہبی اجارہ داروں نے ''مسلمان'' اور ''کافر'' کی جو عمومی تقسیم کر رکھی ہے اور جس کی بنیاد پر وہ پیدائشی مسلمانوں کو پیدائشی غیر مسلموں کے خلاف مختلف حیلے بہانوں سے مذہبی تعصّبات کی بنیاد پر بھڑکاتے رہتے ہیں، اسلام کی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن کی رو سے کافر صرف اسے کہا جا سکتا ہے۔ جو کائنات کی خالق اور پروردگار ہستی اور انفرادی و اجتماعی زندگی کے بارے میں خالق کی نصیحت اور ہدایات کا انکار کرتا ہے۔ مگر کسی بھی مذہبی عقیدے یا فرقے کی بنیاد پر کسی فرد یا گروہ کو کافر قرار دینے کا اسلام کی تعلیمات کی رو سے کسی کو کوئی حق نہیں دیا جا سکتا۔ اللہ کا انکار کرنے پر بھی اہل ایمان کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ ایسے انسان کے ساتھ کسی قسم کی زبردستی اور تشدد کرے۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ دین کی سچی دعوت کو خوبصورت انداز میں، اور محبت کے پیرہن میں، ان تک پہنچاتے رہیں۔ اسلام کے بارے میں اس حقیقت کو سمجھنا بھی ضروری ہے کہ تمام پیغمبر اسلام ہی کا پیغام لائے تھے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ بھی اسی طرح پیغمبران اسلام تھے جس طرح محمد رسول اللہ پیغمبر اسلام ہیں۔ البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ محمد ﷺ کے ذریعے دین اسلام کی تکمیل ہوئی اور اسلام رہتی دنیا تک تمام انسانوں کے لیے، اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کے لئے، بہترین نظام عمل کے طور پر متشکل ہوا، محمد ﷺ کی ذات دوسرے پیغمبروں کی ذات کی طرح قابل تقلید نمونہ ٹھہری اور قرآن دوسری مقدس کتابوں کی طرح رہنما کتاب قرار پائی۔ گویا ہر پیغمبر کو ماننا اور ہر کتاب الٰہی کی اصل مندرجات کو تسلیم کرنا تمام اہل ایمان کے لئے خواہ وہ سلاً مسلمان ہوں، عیسائی ہوں، یہودی ہوں یا کوئی اور انسانیت کا تقاضا ہے۔

جس اسلام کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے اس میں نہ تو کسی علیحدہ مذہبی طبقے یا مختلف ناموں سے کہلوانے والے مذہبی پیشواؤں کی گنجائش ہے جو لوگوں کا اللہ کی جنت میں داخلہ آسان بنانے کا دعویٰ کرتے ہوں، نہ مذہبی اور فرقہ وارانہ بنیاد پر سیاسی جماعتیں بنانے کا

MashalBooks.org

کوئی جواز ہے اور نہ مذہبی ریاست(theocratic state) کا کوئی مقام ہے۔ البتہ علمی اور تعلیمی سطح پر علم الٰہی، علم معرفت اور قوانین فطرت کے مطالعہ اور دین انبیاء کی پہچان حاصل کرنے کے لئے دین کی تعلیم کا مضمون(theology) کالجوں اور یونیورسٹیوں کی سطح پر رکھا جانا چاہیے جس سے فیض یاب ہو کر دین کا سچا علم رکھنے والے ایسے افراد تیار ہوں جو اپنے آپ کو معاشرے کا ایک حصہ سمجھیں، جو مذہبی اجارہ داریاں قائم کر کے عوام پر حکم چلانے والے نہ بنیں اور جو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق معاشرے کی تعمیر کر سکیں۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ حقیقت کا شعور رکھنے والے سب لوگ مل جل کر تمام پیغمبروں کے لائے ہوئے اس اسلام پر عمل پیرا ہوں جو انسانوں کو انسانوں سے جوڑتا ہے اور ان میں محبت اور بھائی چارہ پیدا کرتا ہے، جو مظلوم کو ظالم کے ظلم سے نجات دلاتا ہے اور ایک دوسرے پر زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے، جو ایک دوسرے کے دکھ درد دور کرنے پر ابھارتا ہے اور ایک دوسرے کی ترقی و خوشحالی کے لئے کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے، جو ایک ایسا معاشرہ تعمیر کرنے کے لئے آمادہ کرتا ہے جس میں امن ہو، سکون ہو، حسن ہو اور خوشیاں ہوں۔

سب انسانوں کو اجتماعی طور پر اس بات کی کوشش کرنی چاہیے کہ وہ تعصّبات کی تمام رکاوٹوں(barriers) کو، خواہ وہ نسلی ہوں، لسانی ہوں یا قومی ہوں یا مذہبی، ختم کر کے مذاہب کی پگڈنڈیوں کے بجائے دین اور ایمان کی شاہراہ پر گامزن ہو کر اپنے آپ کو اس کائنات کے خالق اور رب واحد کی سپردگی میں دے دیں جو تمام انسانوں کا خدا ہے، اور امت واحدہ کی حیثیت سے اس خدا کی مخلوق کی معاشی، معاشرتی، سیاسی، ثقافتی، اخلاقی اور روحانی ترقی میں لگ جائیں۔

☆☆☆

MashalBooks.org

مسیحی، مسلم مکالمہ
انسانی اتحاد کی جانب ایک قدم

بے جا فتوے صادر کرنے والے حریص مذہبی پیشواؤں اور سازشی اور ناقابل اعتماد سیاست دانوں کے باہمی گٹھ جوڑ اور ریشہ دوانیوں کی وجہ سے اب تک جو مکمل سچائی ہم سے چھپی رہی ہے وہ یہ ہے کہ کائنات اور انسان حادثاتی طور پر نہیں بلکہ ایک قادر مطلق اور بلند حیثیت خدا کے حکم اور تدبیر کے تحت وجود میں آئے ہیں۔ اور اس اعلیٰ ہستی نے انسان کی فطرت میں ایسی صلاحیتیں رکھ دی ہیں جن سے اگر وہ کام لے تو زندگی کے تمام امور کو حسن وخوبی اور کامیابی سے سرانجام دے سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انسان پر عائد کی گئی دنیا کو سنوارنے کی بھاری ذمہ داری کو نبھانے کے سلسلے میں ضروری رہنمائی کے لئے خدا نے انسانوں ہی میں سے، انسان کی ذہنی نشوونما اور مادی ترقی کے مختلف ادوار میں، دنیا کے کونے کونے میں رسول بھیجے۔ ان رسولوں نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے ایک ہی جیسے رہنما اصول پیش کئے، اگرچہ مختلف تاریخی ادوار کی خصوصیت اور مختلف علاقوں کے معروضی حالات کے مطابق ان اصولوں پر مختلف طرز پر عمل ہوا اور ان کی عبادت کے طریقوں نے مختلف شکلیں اختیار کیں۔ نیز یہ کہ مختلف مذاہب کی جو ہیئتیں (forms) آج موجود ہیں ان میں سے کئی ایک ہیئتیں رسولوں نے نہیں بلکہ ان کے بعد آنے والے دوسرے لوگوں نے ترمیم و اضافہ (چاہے بعض نے یہ خلوص نیت ہی سے کیا ہو) کے بعد رائج کی ہیں۔ یہ رسولوں کی تعلیمات کی پوری پوری نمائندگی نہیں کرتیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ مذاہب لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد میں جوڑتے نہیں (جو کہ رسولوں کا اصل مقصد تھا) اور نہ ہی ان کے درمیان محبت اور بھائی چارہ کو فروغ دیتے ہیں بلکہ الٹا ان میں باہمی نفرت اور دشمنی پیدا کرتے ہیں اور انہیں کئی گروہوں اور فرقوں میں بانٹ دیتے ہیں۔ چنانچہ تمام رسولوں کی تعلیمات کا اصل الاصول (main principle) اور اصل و مکمل سچائی یہ نہیں ہے کہ خدا کی

MashalBooks.org

عبادت کے سلسلے میں مخصوص اقسام کی مذہبی رسوم ادا کی جائیں اور بس۔ اصل حقیقت خدا پر مکمل ایمان لانا اور بلا تمیز مذہبی سماجی بھلائی کے کام کرنا اور ایک دوسرے کی بہتری کے لئے وقت، آرام اور مال و جان کی قربانی دینا ہے۔

آج انسان جدید دور کی علمی، سائنس اور تکنیکی ترقی کی وجہ سے سماجی اور سیاسی سطح پر خاصا باشعور ہو گیا ہے۔ وہ اپنی زندگی کے دوسرے امور کے علاوہ ایمان کی اصل حقیقت اور زندگی کے معاملات میں اس کے اطلاق کو بھی سمجھنے لگا ہے۔ اب اگر ہمیں انسانیت کو آگے بڑھانا ہے اور اسے جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم و دانش کی روشنی میں لانا ہے، تو یہ ناگزیر ہے کہ جو مذہبی ادارے اس وقت موجود ہیں وہ مذہب(religion) کے بارے میں صدیوں سے رائج اپنے نقطہ ہائے نظر میں تبدیلی لائیں اور اسے ایمان کے تقاضوں کے مطابق ڈھالیں تا کہ انسانیت کا بھلا ہو سکے۔ انہیں یہ بات تسلیم کرنا ہو گی کہ اب تک مذہب کے بارے میں ان کے جو تصورات رہے ہیں اور اس کی تبلیغ کے جو طریقے وہ اختیار کرتے رہے ہیں، ان میں بنیادی اصلاح کی ضرورت ہے۔

ایمان کے لوازم صرف چند ایک ہیں اور وہ بہت سادہ اور صاف ہیں اور لوگوں کو ان پر شوق اور گرم جوشی سے اور دل کی گہرائیوں سے عمل کرنے پر آمادہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ یہ لوازم ہیں: (1) خدا پر ایمان (2) انسانیت کی خدمت (3) دنیا میں کئے گئے اعمال کی جوابدہی اور ان اعمال کے ثمرات کے حصول کے لئے موت کے بعد دوسری اور مستقل زندگی کا یقین۔ دوسرے الفاظ میں انسانی روح کے غیر فانی ہونے اور اس کے ایک بہتر مستقبل میں داخل ہونے کا یقین۔ ایمان کے ان تینوں لوازمات کا مقصد انسان کی دنیاوی زندگی میں باقاعدگی لانا اور اسے بارآور بنانا ہے۔ ان لوازمات پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے دنیاوی زندگی کے مادی (secular) عمل کو انسان کے اخلاقی اور روحانی (moral and spiritual) تقاضوں کے مطابق یقینی طور پر آگے بڑھایا جا سکتا ہے، اور یہ ترقی محض مخصوص افراد، گروہوں اور قوموں کے بجائے پوری انسانیت کے لئے سود مند ہو سکتی ہے۔

مختلف مذہبی گروہوں کے مابین ربط و تعاون ایمان کے ان بیان کردہ اصولوں کی

MashalBooks.org

بنیاد پر ہی ممکن ہے جو کہ تمام رسولوں نے یکساں طور پر انسانیت کو دیئے تھے۔ یہ باہمی تعاون، روایات اور رسوم کے پابند مذہبی پیشواؤں او فرقہ وارانہ تنظیموں کے بنائے گئے ضوابط کی بنیاد پر حاصل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان کے پاس زندگی کے حقائق اور عوام کو درپیش مسائل کے بارے میں کوئی حل نہیں ہوتا۔ ان کا مشغلہ تو صرف مذہبی عقیدوں (religious dogmas) اور عبادت کے رطیقوں کی بنیاد پر عوام میں اختلاف اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت اور دشمنی پھیلانا ہے۔ چنانچہ ''ایمان'' اور ''مذہب'' کے درمیان واضح فرق کے بارے میں ادراک حاصل کرنے کے لئے یہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب اپنی موجودہ شکل اور طریق کار میں وہ تعلیمات پیش نہیں کرتے تعلیمات جو رسولوں نے پیش کئے تھے بلکہ یہ آسمانی کتابوں کی اصل تعلیمات سے قابل لحاظ حد تک متجاوز اور مختلف ہیں۔ خیال رہے کہ یہ اختلافات اس وجہ سے رونما ہوئے ہیں کہ مذہبی پیشواؤں نے مقدس کتابوں کی تعلیمات کی تشریح و توضیح پر اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے اور عوام اور ان کے منتخب اداروں (اسمبلیوں) کو اس حق سے اپنے تئیں محروم کر دیا ہے اور اپنے گروہ ہی مفاد میں وہ جو تشریحات چاہتے ہیں کرتے رہتے ہیں۔ اس صورت حال کا واحد حل یہ ہے کہ مختلف مذاہب سے متعلق اہل ایمان (men of faith) اور مذہبی پیشوا (religious elite) مخصوص مذہبی تنظیمیں بنانے کے بجائے سیاسی جماعتوں کے ذریعے قوموں کے سیاسی عمل کے مرکزی دھارے میں شامل ہوں، دوسرے لوگوں کی طرح مختلف علوم (علمی، سائنسی و تکنیکی) پر دسترس حاصل کریں اور عوام کے علمی، اخلاقی اور مادی مسائل کے گہرے مطالعے کے بعد ان کے صحیح حل ڈھونڈیں اور عوام کے شانہ بشانہ چلتے ہوئے ملکوں اور قوموں کی ترقی دیں اور انسانیت کو نا انصافیوں، مصائب اور مشکلات سے آزادی دلائیں۔ جب تک قوموں کی سیاست اور حکومت میں اہل ایمان (اہل مذہب نہیں) کا مؤثر عمل دخل نہیں ہوتا دنیا کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی نظاموں میں تبدیلی نہیں لائی جا سکتی، اور نہ ہی دنیاوی امور کو خوش اسلوبی سے چلایا جا سکتا ہے۔

یہاں تک بیان کئے گئے حقائق کے بعد، رسولوں کی طرف سے دیئے گئے ایمان کے پیغام کی حقیقی روح کو پوری طرح سمجھنے کے لئے، ایک اور حقیقت بیان کرنا ضروری

MashalBooks.org

ہے۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ بلا استثناء تمام رسولوں نے ایمان کا جو پیغام دیا تھا وہ اول و آخر اسلام ہی کا پیغام تھا (یعنی خدا کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے سر تسلیم خم کر دینا) حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیح علیہم السلام نے انسانیت کے سامنے دین اللہ یا دین اسلام ہی پیش کیا تھا۔ ''اسلام'' دراصل وہ طریق زندگی ہے جسے رسولوں نے اپنایا تھا اور یہ راستہ ہر انسان کے سامنے اپنانے کے لئے کھلا ہے۔ یہ انسانوں کے لئے خدا کی طرف سے عطا کردہ ''زندگی گزارنے کا طریقہ'' ہے دین اسلام پیدائشی مسلمانوں کی اجارہ داری نہیں ہے۔ تمام انسان خواہ وہ مسلمان، مسیحی، یہودی، ہندو یا کوئی اور ہیں، سب خدا کے مساوی حقوق اور برابر حیثیت رکھنے والے بندے ہیں۔ خدا سب انسانوں کا خدا ہے، کسی مخصوص گروہ کا نہیں۔ ہم سب ایک خدا کی مخلوق ہیں۔

یہ اہم بات سمجھ لینے کے بعد مسیح، مسلم مکالمہ مفید طور پر آگے بڑھ سکتا ہے۔ مسیحیوں اور مسلمانوں کو (اور دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد بھی) صرف خدا پر ایمان کی بنیاد پر ہی باہمی گفت وشنید کا آغاز کرنا چاہیے، اور آپس میں ایمان کی بنیاد پر انسانی رشتہ قائم کرنا چاہیے۔ اس طرح یہ رشتہ قائم کرنے کے بعد ہر مذہب سے پیدائشی تعلق رکھنے والا فرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بلا تمیز مذہب عام انسان کے خراب حالات کو بہتر بنانے، انسانی وقار کو زندگی کی حقیقت بنانے، ظالم کے مقابلے میں مظلوم کے ساتھ کھڑے ہو کر ہر قسم کے استحصال کو زائل کرنے اور بین الاقوامی سطح پر امن بحال کرنے کے لئے کام کر سکتے ہیں۔ مسیحی اور مسلم قوموں کو اپنی تمام تر قوت اور ذرائع اس اعلیٰ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے مجتمع کرنے چاہیں۔

اس موقف کی تائید جناب کارڈینل فرانسس آرنزا، صدر کونسل آف انٹر ایلجس ڈائیلاگ کے ایک پیغام سے ہوتی ہے جو اس بین المذاہب مکالمہ کی حدود و امکانات اور موجود مذہبی جماعتوں کے اس سلسلے میں کردار کے بارے میں انہوں نے دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: ''بین المذاہب مکالمہ کو صرف اچھے جذبات کے اظہار تک ہی محدود نہیں رہنا چاہیے۔ اس کا اطلاق سماجی اور سیاسی زندگی پر بھی ہونا چاہیے۔ مکالمہ میں ہمیں قوموں اور عوام کو درپیش اصل مسائل کا بھی سامنا کرنا چاہیے۔ ہمیں ایسے کارگر اور ٹھوس حل تلاش

کرنے چاہئیں جو عدل، قانون، سچائی، آزادی اور ترقی فراہم کرسکیں، جو کہ حقیقی امن کی بنیاد اور نقطہ ہائے آغاز ہیں۔ ہم سب کو، ہر ملک میں، جس چیلنج کا سامنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم نفرت اور خوف کے بغیر کس طرح ایک دوسرے کے ساتھ مل کر رہ سکتے ہیں۔ اور کس طرح ایسا بین الاقوامی نظام (international order) ترتیب دے سکتے ہیں جو انسانی وقار، آزادی اور تمام انسانی گروہوں اور افراد کی جائز تمناؤں کا احترام کرے۔

اس پیغام کے ذریعے ہم ان نتائج تک پہنچتے ہیں: اول یہ کہ انسانی اتحاد (یا انسانی وحدت) اور عالمی امن صرف خدا پر ایمان محکم کے ذریعے ہی حاصل ہو سکتے ہیں، روایتی مذہبی عقائد اور ان میں شامل روایات پر مبنی تعصّبات اور عدم رواداری کے رویہ کی بنیاد پر نہیں۔ دوئم یہ کہ کسی فرد کے خلاف نسل، رنگ، عقیدہ اور جنس کی بنیاد پر تعصب نہیں برتنا چاہیے۔ سوئم یہ کہ ہمیں معاشرے کے پسے ہوئے اور محروم افراد کی معاشی اور سماجی بہتری کے لئے کام کرنا چاہیے۔ چہارم یہ کہ ہمیں قومی ترقی، بین الاقوامی امن اور انسانی بھائی چارہ کے لئے کوشش کرنی چاہیے اور انسانوں کے درمیان نا اتفاقی اور لڑائی جھگڑوں کی لہروں کا موثر طور پر مقابلہ کرنے کے لئے مربوط کوششیں کرنی چاہئیں۔

ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں مندرجہ ذیل قدم اٹھانے ہوں گے:

1- مسیحی اور مسلمان ایک ساتھ مل کر ایمان کے تصور کی بنیاد پر مختلف مذہبی گروہوں کے مابین اعتماد اور اتحاد کی فضا پیدا کریں۔

2-معاشرے میں رواداری، مفاہمت اور خیر خواہی کے جذبات کو فروغ دیا جائے۔

3-انسان دوستی پر مبنی سماجی، معاشی اور سیاسی اہداف کو حاصل کرنے کی غرض سے مسیحیوں اور مسلمانوں میں باہمی اشتراک سے مکالمہ کا آغاز کیا جائے۔

4-انسانیت کی خدمت کو زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھا جائے اور انسانی دکھوں کا مداوا کرنے اور انسان کے ذریعے انسان کا استحصال ختم کرنے کے لئے تمام تر کوششیں صرف کی جائیں، کیونکہ کوئی شخص غربت اور ناداری کو ختم اور ظالم کا مقابلہ کئے بغیر اپنے آپ کو خدا کا وفا شعار بندہ نہیں کہہ سکتا۔

MashalBooks.org

5-تمام رسولوں کی ایک جیسی تعظیم کی جائے کیونکہ وہ تمام اس خدا کی طرف سے تھے جو تمام انسانوں کا خدا ہے۔

6-مذہب کی تبدیلی کے عمل کو یکسر طور پر روک دیا جائے۔

7-رواداری کی ثقافت(culture of tolerance) کو فروغ دیا جائے اور مذہبی رواداری کو رواج دینے کے لئے قانون سازی کی جائے۔

8-مذہبی اقلیتوں کو باضابطہ آئینی طور پر قوموں کا جز قرار دیا جائے اور انہیں جائنٹ الیکوریٹ کے انتخابی نظام کے تحت ملک کے مرکزی سیاسی دھارے میں شامل کیا جائے۔

9-رسولوں کی طرف سے دی گئی اخلاقی اقدار کی بنیاد پر عالمی ضابطہ عمل مرتب کیا جائے تا کہ اس کی رہنمائی میں باصلاحیت اور بارکردار انسان تیار ہوسکیں۔

10- مسیحی اور مسلم اقوام پر مشتمل ایک عالمی تنظیم بنائی جائے جو قوموں کے درمیان اتحاد اور پائیدار امن کے قیام کے لئے کام کرے۔

11-صرف ایسی سیاسی جماعتوں کو انتخابات میں حصہ لینے کی اجازت دی جائے جو غیر فرقہ وارانہ بنیاد پر بنائی گئی ہوں۔ نیز سیاسی لیڈروں کو مذہبی جذبات اور تعصّبات سے کھیلنے سے قانونی طور پر روک دیا جائے۔

12- حکومتی ملازمتوں کے لئے نسلی، مذہبی یا کسی دوہرے معیار کے بجائے ذہنی، علمی اور اخلاقی برتری کو معیار بنایا جائے۔

13-نچلے اور متوسط طبقوں کے لوگوں کو سیاسی، سماجی اور اخلاقی طور پر باشعور بنایا جائے، اور صحت مند و بارآور سیاسی عمل میں حصہ لینے میں ان کی مدد کی جائے۔

14-عورتوں کو زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے برابر حقوق دیئے جائیں اور بچوں کی صحت کی نگہداشت اور تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ دی جائے۔

15-دولت مند لوگوں کو دولت کے انبار نہ لگانے دیئے جائیں اور جو کچھ ان کی جائز ضرورت سے زائد ہو اسے قوم و ملک کی بہتری کے لئے خرچ کرنے کی ترغیب دی جائے، نیز مناسب قانون سازی کی جائے۔

MashalBooks.org

16- مسیحیوں اور مسلمانوں کی غریب بستیوں میں بیماروں کا علاج کرنے اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے مشترکہ طور پر مہم چلائی جائے۔

مندرجہ بالا اقدام کو کامیاب بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم سب سے پہلے نفسیاتی سطح پر اپنے آپ کو تیار کریں۔ اس کے لئے سب سے پہلے ہمیں اپنے آپ کو خدا کا کامل خدمت گار سمجھنا ہو گا..... اس خدا کا خدمت گار جس کا سب انسانوں سے ایک جیسا تعلق ہے اور جس کے نزدیک تمام انسانوں کے یکساں حقوق اور ذمہ داریاں ہیں۔ ہمیں ایک دوسرے کو مسیحی یا مسلمان کی حیثیت سے نہیں بلکہ برابر کے انسان اور ساتھی کی حیثیت سے دیکھنا ہو گا۔ خدا کی عبادت بیشک ہم اپنے اپنے طریقوں سے کریں مگر ہمیں بہر صورت اپنے دلوں میں رواداری کے جذبہ کو جگہ دینا ہو گی۔

پھر ہمیں اس بات سے پوری طرح آگاہ رہنا ہو گا کہ بین المذاہب مکالمہ کی اصل غرض اتحاد، محبت اور باہمی تعاون کے ذریعے (جو کہ صرف خدا کی محبت کی خاطر ہو، کسی ذاتی مفاد کے لیے نہیں) تمام انسانوں کے لئے امن اور ترقی کو ممکن بنانا ہو۔ اس طرح ہم اپنی دنیا کو سجانے کے لئے مل جل کر کام کرنے کے قابل ہو جائیں گے اور ہمیں اطمینان قلب کی دولت نصیب ہو گی۔

پاکستان کی معاشرتی و معاشی تصویر

زندگی کے فلسفے اور مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان مکالمہ کی ضرورت پر غور کرنے کے بعد اب ہم تھوڑی دیر کے لئے پاکستان میں زندگی کے ان تلخ حقائق کا سامنا کریں گے جو ہمارے درمیان مکالمے کا لازمی جز ہونا چاہیے۔ اس وقت ہم مندرجہ ذیل افسوسناک صورتحال سے دو چار ہیں:

1- ملک کے تمام ذرائع پیداوار چند اجارہ دار طبقوں کے ہاتھوں میں مرکوز ہیں جس وجہ سے دولت مند اور زیادہ دولت مند اور غریب مزید غریب ہو رہے ہیں۔

2- زرعی آبادی کا 63 فیصد حصہ ''قطعی غربت'' کے زمرے میں آتا ہے۔

3- آبادی کے 62 فیصد حصے کو پینے کے لئے نل کا پانی میسر نہیں اور 84 فیصد

MashalBooks.org

حصہ کے لئے گندگی کے نکاس(severage) کا کوئی انتظام نہیں جس کے نتیجے میں تمام اموات کا40فیصد پانی کے ذریعے پھیلنے والی بیماریوں کی وجہ سے ہے۔

4-غربت کی سطح سے نچلے گھرانوں کی شرح، شہری علاقوں میں 48فیصد اور دیہی علاقوں میں 44فیصد ہے۔

5-شیر خوار بچوں میں شرح اموات، پیدا ہونے والے ایک ہزار بچوں میں 115 بچے ہے جبکہ انگلینڈ میں صرف 9 ہے۔

6-دس لاکھ خاندانوں کے رہنے کے لئے اپنے گھر نہیں ہیں اور رہائشی مکانوں میں اوسطاً فی کمرہ سات افراد سکونت پذیر ہیں۔

7-آبادی کی بہت بڑی اکثریت کو مہذب زندگی کی کم سے کم ضروریات..... پینے کے صاف پانی، علاج، رہائش اور تعلیم کی سہولتیں حاصل نہیں ہیں۔ نتیجتاً ہر سال 6,70,000 بچے ایسی بیماریوں سے مرجاتے ہیں جو قابل علاج ہیں۔

8-پرائمری سکولوں میں داخلوں کی شرح 42فیصد اور شرح خواندگی 26فیصد ہے۔

9-ملازمتوں کے غیر رسمی دائرے میں چالیس لاکھ سے زائد بچے صرف شہری علاقوں میں مزدوری کرتے ہیں اور آٹھ سے بارہ گھنٹوں کے کام کے لئے انہیں اوسطاً 322روپے ماہانہ(12روپے یومیہ) ملتے ہیں۔

10-ملازمتوں کے رسمی دائرے میں صرف مزدوروں کی عمومی تعداد میں اضافے کی ضرورت پوری کرنے کے لئے سالانہ دس لاکھ ملازمتیں فراہم کرنا ضروری ہیں مگر ملازمتوں کی فراہمی کی گنجائش تیزی سے کم ہورہی ہے۔

یہ ان بے شمار مسائل میں سے چند ایک ہیں جن سے ہمارے بدنصیب عوام کو سامنا ہے۔

اس موضوع کو اس طرح سمیٹا جا سکتا کہ انسانیت کی مستقل کی ضرورت محبت، بھائی چارہ، اتحاد، امن اور خوشحالی ہے اور یہ صرف اس طرح حاصل ہوسکتی ہے کہ:

(الف) تنگ نظر قوم پرستی، نسلی دشمنی اور مذہبی تعصب سے نجات حاصل کی

MashalBooks.org

جائے۔ اس کے لئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر مذہبی عدم رواداری کے خلاف وسیع پیمانہ پر مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ نیز ہمیں لوگوں کو اس بات کی پوری آزادی دینا ہوگی کہ ہر کوئی اپنے طریقے سے عبادت اور رسوم ادا کرے اور کوئی بھی کسی دوسرے پر اپنے مذہبی تصورات کو مسلط نہ کرے۔ البتہ ایمان (faith) کے بارے میں ہمیں آپس میں مکالمہ (dialogue) کے ذریعے اتفاق رائے پیدا کرنے کی ضرور کوشش کرنی چاہئے۔

(ب) کسی بھی قوم کی طرف سے بنیادی انسانی حقوق کی خلاف ورزی کو انسانیت کے خلاف جارحیت تصور کیا جائے۔

(ج) ملک کے تمام شہریوں کو ریاست کے انتظام میں برابر کا حصہ دار بنایا جائے۔

(د) کچلے ہوئے انسانوں کی حالت زار کو بہتر بنانے کے لئے کام کیا جائے اور استحصال سے پاک غیر طبقاتی معاشرہ کی تشکیل کی طرف قدم بڑھایا جائے، جہاں ہر شخص کو زندگی کی لذتوں تک رسائی کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔

(ر) ایمان کے اصولوں کو حکومتوں کے نظام، پالیسیوں اور پروگراموں میں منعکس کیا جائے۔ استحصال کرنے والوں اور مظلوموں کے درمیان محبت اور بھائی چارے کا پرچار کرنے کے بجائے ایک ایسے نظام کے قیام کی کوشش کی جائے جس میں عوام کو اپنے معاملات خود چلانے کا اختیار حاصل ہو تاکہ وہ خود اپنے راستے کی معاشرتی اور معاشی رکاوٹوں کو دور کر سکیں۔

(س) جاگیرداری، غیر حاضر زمینداری، اجارہ دارانہ سرمایہ داری، نوکر شاہی اور مذہبی اجارہ داری سے نجات حاصل کی جائے کیونکہ ان عناصر نے کبھی بھی عوام کے حقیقی مفادات کی کوئی خدمت نہیں کی۔ یہ ہدف حاصل کئے بغیر پاکستان میں معاشرتی، معاشی اور سیاسی نشوونما ممکن نہیں۔

(ز) بعض مسیحی اقوام کی طرف سے مسلم اقوام کے خلاف ''نسلی صفائی'' (ethnic cleansing) کے نام پر، انہیں دہشت گرد قرار دے کر یا کسی اور حیلے بہانے سے، جارحیت کا ارتکاب نہ کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جائے۔ فی الوقت برتر اقوام ہونے کی

MashalBooks.org

وجہ سے یہ ذمہ داری مسیحی قوموں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ امن کے قیام کے لئے پہل کریں۔ مسیحی برادری کے اہل ایمان اس سلسلے میں موثر کردارادا کر سکتے ہیں۔ ان کی طرف سے ایسا اقدام یقیناً مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان خوشگوار انسانی تعلقات کے فروغ کے لئے معاون ہوگا۔

یہاں میں اس حقیقت کو بھی بیان کروں گا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں اور ان کے چاروں خلفاء کے دور میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان تعلقات خوشگوار تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایرانیوں کے مقابلے میں رومیوں کے حق میں دعا کی تھی کیونکہ عرب کے لوگ اور رومن سلطنت کے لوگ دونوں خدا کی کتاب کو ماننے والے تھے۔ ایسی ہی بنیاد پر مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان اچھے تعلقات کی تجدید ہونی چاہیے۔

آخر میں یہ بات پورے اعتماد اور یقین کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ انسانی نسل کا مستقبل ''ایمان'' کے ان اصولوں کو جنہیں یہاں پیش کیا گیا ہے اختیار کرنے اور مخصوص مفادات پر مبنی مذہبی عقیدوں اور مذہبی پیشواؤں کی اجارہ داری سے خلاصی حاصل کرنے سے ہی محفوظ ہوسکتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک کٹھی ذمہ داری ہے مگر یہ ہر صورت میں پوری کی جانی چاہیے۔ صرف یہی ایک طریقہ ہے جس سے انسان ایک دوسرے کے قریب آسکتے ہیں اور وہ مخلص اور سرگرم ساتھیوں کی طرح انسانی سوسائٹی کو محبت اور مفاہمت کی بنیاد پر نشوونما دینے کے لئے باہم مل کر کام کر سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ انسانی تعلقات میں ایسی پسندیدہ اور مثبت پیش رفت آئندہ دس بیس برسوں میں ہو کر رہے گی۔

☆☆☆

MashalBooks.org

شریعت کا صحیح اور غلط مفہوم

انسانی زندگی ایک سنجیدہ موضوع ہے۔ اس کے تمام پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے اس کی شاہراہوں پر ہونے والے واقعات اور انسانی عمل کے مثبت نتائج کی روشنی میں آگے بڑھنے اور ہر لمحہ پیش آنے والے چیلنجوں کے مقابلے میں نئی نئی ایجادات (innovations) اور طریقے وضع کرنے کا نام ''زندگی'' ہے۔ اس راستے میں آنے والی پگڈنڈیوں اور خاردار راہوں سے ہٹ کر صاف اور واضح شاہراہوں پر چلنے سے آدمی ترقی کی جانب رواں دواں اور خوشحالی کی منزلوں سے ہمکنار ہوتا ہے۔ دنیا میں جتنے بھی انبیاء اور مصلح گزرے ہیں انہوں نے پگڈنڈیوں یعنی ''فروعات'' کو ترک کرتے ہوئے شاہراہوں یعنی ''محکمات'' کو اپنایا ہے۔ انبیاء نے اپنے ہم عصر لوگوں کے سامنے ایک ایسی شریعت (راستہ) ایک ایسا قانون زندگی، پیش کیا جو حقیقت اور سچائی پر مبنی تھا، جو سمجھنے میں آسان تھا، جو دلائل و براہین کے پیمانہ پر پورا اترتا تھا، جس پر عمل پیرا ہونے سے انسان، اور اس کی اجتماعی حیثیت انسانی معاشرے کو امن وسکون، باہمی اعتماد و تعاون، بھائی چارہ و محبت اور ترقی و خوشحالی کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں۔ یہ شریعت ایسے ''اچھے انسان'' پیدا کرتی ہے جو ایک دوسرے کے لئے باعث زحمت نہیں بلکہ باعث رحمت ہوتے ہیں اور جن کے انفرادی و اجتماعی عمل کے نتیجے میں ہر ملک اور ہر معاشرے کو مثبت انداز میں آگے بڑھنے کے مواقع میسر آتے ہیں اور کسی قسم کا تعصب (وہ نسلی ولسانی ہو یا مذہبی) اور کسی قسم کی لالچ (وہ مال و دولت کی لالچ ہو یا اقتدار کی ہوس) اس کے راستے میں حائل نہیں ہو پاتے۔ اس قسم کی ساری رکاوٹیں اس کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں اور شریعت (یعنی تخلیق نو کے اصول پر مبنی قانون زندگی) پر عمل پیرا ہونے والوں کے لئے مہمیز کا کام دیتی ہے۔ ان رکاوٹوں کو دور کرنا ان کا مشغلہ بن جاتا ہے اور ایسی کوششیں ان کے لئے راحت و خوشی کا سبب بنتی ہیں۔

دوہرا عدالتی نظام اور عوام دشمن قوانین

محکم شریعت کی اس شاہراہ سے ہٹنے سے لوگ جن تنگ پگڈنڈیوں اور اندھیری گلیوں میں دھکیل دیئے جاتے ہیں اس کے ذمہ دار ہوس زر و اقتدار کے نتیجے میں وجود میں آنے والی جاگیرداریاں، بے لگام سرمایہ داری کے نتیجے میں پنپنے والی معاشی اجارہ داریاں اور علم و شعور پر جہالت کا پردہ ڈالنے والی مذہبی اشرافیہ ہیں۔ آخر الذکر طبقہ عوام کے علمی اور سیاسی شعور کو بیدار ہونے سے روکنے والا سب سے موثر طبقہ ہے۔ توہین رسالت ایکٹ اس نے رسومات اور روایات کو اپنا آلہ کار بنا کر ان کی مدد سے عوام کو فرقوں اور گروہوں میں بانٹ رکھا ہے۔ ان اشرافیہ نے ''اسلامی شریعت'' کے نعرے کو استعمال کر کے اپنی مذہبی سرداری قائم رکھنے کی غرض سے شریعت بل، حدود آرڈیننس، بلاسفیمی ایکٹ اور جداگانہ انتخاب کی حمایت کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ مفاد پرست حکمرانوں نے ان کی مدد سے شریعت کورٹس کے قیام کے ذریعے دوہرا عدالتی نظام قائم کر دیا ہے جو اسلامی شریعت کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔ اس نظام کی وجہ سے عوام کو انصاف ملنے میں مزید رکاوٹیں پیدا ہو گئی ہیں۔ انہوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کے دور نبوت کے اختتام اور خلافت راشدہ کے خاتمہ کے تین سو سال بعد، فقہائے کرام کے وصال کے دو سو سال بعد اور آج سے سو سال پہلے مدون کردہ فقہوں کو قرآن و سنت پر ترجیحی مقام دے کر مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد کو شدید ذہنی الجھنوں میں مبتلا کر دیا ہے اور انہیں اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ بیسویں صدی کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکیں۔

اجتہاد کا مقام

قانون سازی کے لئے اسلامی دور کے صدیوں بعد وضع کی گئی یہ فقہیں آج کے دور کے لئے حتمی، قطعی اور کلی حیثیت نہیں رکھتیں۔ اگر قرآن میں موجود دور کے کسی اہم مسئلہ کے بارے میں واضح احکام نہ ملتے ہوں تو اس مسئلہ کا حل اجتہاد کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ اجتہاد کسی ایک فرد یا کسی مخصوص مذہبی فرقے کے کسی عالم کا تسلیم نہیں کیا جائے گا بلکہ یہ اجتماعی حیثیت کا حامل ہو گا اور پارلیمنٹ کے ذریعے اور رائے عامہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کیا جائے گا۔ رہا قرآن و سنت کی تشریح (interpretation) کا حق، تو یہ حق ہر

MashalBooks.org

مسلمان کو حاصل ہے کیونکہ وہ فرد کی حیثیت سے اپنے اعمال کے لئے جوابدہ ہے اور اس بناء پر وہ اپنی زندگی کے معاملات خود طے کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اس حق کو کسی مخصوص مذہبی گروہ یا فرقے کی اجارہ داری میں نہیں دیا جا سکتا۔ چند افراد کی قرآن وسنت کے بارے میں تعبیر کو پوری قوم پر مسلط کرنا غیر اسلامی، غیر جمہوری، غیر اخلاقی اور عوام دشمن اقدام ہوگا۔

ان ساری خرابیوں کی بنیاد شریعت کا وہ غلط تصور ہے جو اجارہ دار قوتوں اور ان کے حواری مذہبی اشرافیہ نے گڑ رکھا ہے۔ شریعت کا اصل اور واحد ماخذ صرف قرآن اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے جس کا تعلق دنیاوی امور کی انجام دہی میں انسان کے ذاتی عمل سے ہے۔ اس کا تعین قرآن کے علاوہ صرف ایسی احادیث سے کیا جا سکتا ہے جو قرآن کی روح کے عین مطابق ہوں۔ فقہ کو، جس کی تدوین فقہا کے وفات پانے کے دو سو سال بعد ہوئی، شریعت کا درجہ دینا صحیح نہ ہوگا۔ لیکن مذہبی اجارہ داروں کا سارا زور فقہ پر (جو مختلف قرقوں کے لئے مختلف ہے) اور ضعیف احادیث پر ہے۔ قرآن کو (جو شریعت کا منبع ہے) انہوں نے تیسرا درجہ دے رکھا ہے۔ اس طرح ان حضرات کو اپنے مفادات کے مطابق شریعت کی تعبیر کرنے کے کھلے اور وافر مواقع ہاتھ آ جاتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس غلط تصور کو زائل کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

جہاں تک مختلف مذاہب کی رسومات اور روایات اور عبادات کا تعلق ہے، انہیں تو انسانی خدمت کے لئے سچا جذبہ (inspiration) حاصل کرنے اور معاشرے کی بہبود کے لئے مثبت اور بار آور عمل کا ذریعے بنانا چاہیے۔ نہ کہ معاشرے کی تعمیر و ترقی کے عمل سے کٹ کر اور منفی عمل کا راستہ اختیار کر کے ذاتی مفادات کے حصول اور اپنی جھوٹی انا (false prestige) اور غیر واضح روحانی تسلی (obscure spiritual satisfaction) کا ذریعے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک ضروری ہے کہ تمام انبیاء کے پیروکار ہر نبی کی تعلیمات اپنائیں، اور ان تعلیمات کو انسانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے اور انسانی وحدت قائم کرنے کا ذریعہ بنائیں۔ تمام انبیاء کرام کی تعلیمات پر اس طرح عمل پیرا ہونے والے دراصل کسی ایک مذہب کا سرمایہ (assets) نہیں بلکہ تمام انسانیت کا سرمایہ اور اس کا مان (prestige) ہیں۔

MashalBooks.org

اگر اس مثبت اور تعمیری سوچ کو اپنا لیا جائے تو پھر کسی تبدیلی مذہب کی کوئی گنجائش نہیں رہتی کیونکہ مذہبی رسوم و روایات اور طرز ہائے عبادت کے مختلف رہتے ہوئے بھی ''خدا پر ایمان اور خدمت انسانیت'' کے محکم اصول پر عمل پیرا ہوا جا سکتا ہے۔ اس طرز پر زندگی گزارنے والے ''اہل ایمان'' ہی تو ہوں گے۔

ہمیں اس حقیقت کا واضح ادراک ہونا چاہیے کہ اپنی تمام ضروریات زندگی (غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور صحت) کے یقینی حصوں کے لئے ہمارا انحصار عمومی سطح (maco level) پر اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ قوانین فطرت پر عمل پیرا ہونے پر ہے اور یہ کہ انسانی تعلقات کی بہتری اور انسانی معاشرے کی ترقی و بہبود کو ممکن بنانے کے لئے واضح، غیر مبہم اور ہمدردانہ شعور بھی ہمیں اس طریقے پر کار بند ہونے سے حاصل ہوسکتا ہے یہی طریقہ ہمیں ایک ایسی بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر ہر کوئی اپنی شخصیت کی صحیح تعمیر کر سکتا ہے اور اس قابل ہو سکتا ہے کہ اپنے معاشرے کی بہتری کے لئے بھرپور کردار ادا کر سکے۔

جب تک ہم انسانوں کو مذہب کی بنیاد پر تقسیم کرنے اور ان میں آپس میں منافقت پھیلانے کی بجائے خدا (کائنات کی تخلیق کرنے والا اور اس کا مالک) اور آخرت میں اپنے اعمال کی جوابدہی کے بارے میں یقین کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب نہیں لائیں گے اس وقت تک نہ تو ہمارے اپنے ملک میں جمہوریت اور ترقی و خوشحالی کی راہیں کھل سکیں گی اور نہ ہی دنیا میں امن اور انسانی بھائی چارہ قائم ہو سکے گا۔ جس طرح خدا تمام انسانوں کا خدا ہے اور اس کے تمام احکام سب انسانوں کے لئے واجب التعمیل ہیں، اسی طرح خدا کے تمام رسول بھی سب انسانوں کے لئے یکساں طور پر تقلید اور احترام کے مستحق ہیں۔

مختلف مذاہب میں جو اقدار مشترک ہیں وہ اخلاقی اقدار ہیں۔ خدا کی عبادت کے طریقے مختلف ادوار کے لحاظ سے مختلف ہیں، لیکن ایک خدا اور اس کے سامنے دنیا میں معاشرتی بہبود کے لئے کئے گئے اپنے اعمال کی جوابدہی پر ایمان تمام مذاہب کی تعلیمات میں موجود ہے۔ اس لئے ہمیں انہی دو باتوں کو وطن عزیز کی تعمیر کی بنیاد بنانا ہو گا۔ تمام مذاہب کی مشترک اخلاقی قدروں کا واحد مقصد اچھے انسان بنانا ہے۔ اگر کوئی مذہبی تعلیم

MashalBooks.org

اچھے انسان نہیں بنا رہی ہے تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اس کے ذریعے دی گئی سوچ درست نہیں ہے۔ اس میں کوئی ایسی خطرناک خرابی ضرور موجود ہے جسے بلا تاخیر دور کیا جانا چاہیے۔ اس خرابی کو دور کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم اپنے روز مرہ کی معمولات میں کسی بھی شخص کو جو ہمارے سامنے آئے مذہب کے حوالہ سے نہ دیکھیں اور نہ معاملہ کریں بلکہ اسے ایک انسان کی حیثیت سے دیکھیں اور پرکھیں، اور اس کی ذاتی خوبیوں اور خامیوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے معاملہ کریں۔

مذہبی تعصب اور اس بنیاد پر مذہبی منافرت پھیلانے میں ہماری فرقہ وارانہ مذہبی جماعتوں کا اور خود ایسے سیاست دانوں کا بہت ہاتھ ہے جو اجارہ دار طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا مذہبی پیشواؤں سے گٹھ جوڑ ہے۔ حکمرانوں کی جانب سے فرقہ وارانہ اور مذہبی منافرت کو ہوا دینے اور فرقہ وارانہ بنیاد پر قوانین بنانے کا مقصد ملک کے اصل مسائل کو حل کرنے کے سلسلے میں عوامی شعور اور ارادے کو راستہ نہ دینا، اور اس طرح جمہوریت (عوام کی حکمرانی) کو روکنا ہے۔ یہ سازش جاگیرداروں، نوکر شاہی کی مدد سے دولت و اقتدار حاصل کرنے والے سیاست دانوں اور مذہبی پیشواؤں کی ملی بھگت سے عرصہ دراز سے جاری ہے بلکہ یہ حقیقت میں انسانی تاریخ کا حصہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں فرعون، قارون اور ہامان کا کردار اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ پاکستان میں فرقہ وارانہ بنیاد پر سیاسی جماعتوں کا قیام بھی اس سازش کی ایک کڑی ہے۔ آج ہماری سب سے بڑی ضرورت تمام متعصّبانہ رویوں اور اجارہ داروں کا خاتمہ کر کے قومی تشخص کو قائم کرنا اور معاشی و سماجی انصاف، امن اور انسانی بھائی چارہ کی بنیاد پر جمہوری اداروں کو مستحکم کرنا ہے۔ انبیاء کا لایا ہوا دین بھی کبھی نہیں چاہے گا کہ مذہبی اور فرقہ وارانہ بنیاد پر انسانیت کو تقسیم کیا جائے اور انسانوں کو آپس میں لڑایا جائے۔ لیکن مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والی مذہبی پیشوائیت، جو اپنے آپ کو مذہب کی اجارہ دار سمجھتی ہے امن، انصاف اور انسانی بھائی چارہ کو فروغ دینے میں رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

ہماری فکر میں سب سے بڑا اور بنیادی تضاد ''دین'' اور ''مذہب'' کے دو متضاد نظریات کو ملحوظ نہ رکھنے کی وجہ سے ہے۔ اس بنا پر نہ تو قوم کی نظریاتی اساس صحیح طور پر قائم

MashalBooks.org

ہوتی ہے اور نہ مستحکم۔ اس وجہ سے افراد قوم کی تعمیری قوتوں کو فروغ نہیں ملتا۔ ہمارے ملک میں ضروری حد تک سائنس اور ٹیکنالوجی کو ترقی بھی اسی لئے نہیں مل پائی۔ ''مذہب'' کی بنیاد رسومات، اوہام، کمی علمی، فرقہ واریت، مذہبی عدم رواداری، باہمی نفرت، دشمنی اور تشدد پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے مذہب بحیثیت مجموعی علم کے فروغ، انسانی رشتوں کی باہمی تعاون و بھائی چارہ پر استواری، علمی و سائنسی تحقیق و تجسس، معاشرتی برابری اور غیر طبقاتی معاشرہ کے قیام کے خلاف جاتا ہے۔

مذہبی اقلیت کا غلط تصور

اس وجہ سے اس حقیقت کو تسلیم کیا جانا ضروری ہے کہ تمام انبیاء ایک ہی سچائی لائے تھے اور وہ تمام انسانی گروہوں کے لیے یکساں تھی۔ اس سچائی کی دو بنیادیں ہیں۔ ایک بنیاد خدا (خالق و مالک و رازق کائنات) کی ہستی پر یقین اور دوسری بنیاد اس کی پیدا کردہ انسانی مخلوق کی خدمت کسی قسم کے امتیاز کے بغیر کرنا۔ کیونکہ پوری انسانیت ایک امت ہے جسے اجتماعی عمل کے ذریعے ترقی و خوشحالی کی منزلوں پر ڈالا جانا چاہیے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ''مذہبی اقلیت'' کا تصور قطعی طور پر غلط ہے۔ کسی قوم میں مذہبی اکثریت اور اقلیت کا تصور پیدا کرنا اس قوم کو کمزور کرنے اور جذبہ قومیت کو نقصان پہنچانے کے مترادف ہے۔ لیکن یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ مختلف ادوار میں انبیاء کے دنیا سے رخصت ہو جانے اور ان کی جاری کردہ انقلابی تحریکوں کے کمزور پڑ جانے کے بعد انقلاب مخالف اور استحصال پسند عناصر نے خالق کائنات کی طرف سے انسانی زندگی کو بہتر شکل دینے اور اسے بارآور بنانے کے لئے دی گئی اخلاقی تعلیمات کو محض رسمی عبادات اور پوجا پاٹ کے ایک مذہبی نظام میں تبدیل کر دیا، ان عناصر کی طرف سے ریاستی نظام پر قابض افراد کو بلا روک ٹوک حکمرانی کرنے کا حق دلانے اور اس کے عوض مفادات حاصل کرنے کی غرض سے ''دین'' کے مقابلے میں ''مذہب'' کے استحصالی نظام کا اجراء کیا گیا۔ اس طرح ایک نبی کے پیروکاروں میں سے بعض نے اپنی اجارہ داری اور سرداری قائم کرنے کے لئے دوسرے انبیاء کے پیروکاروں کے خلاف منافقت پیدا کر کے مختلف مذاہب کی بنیاد رکھ دی۔ اس سے

MashalBooks.org

ان کا مقصد ظالم حکمرانوں کے ساتھ تعاون کے ذریعے اپنے لئے دنیاوی فوائد حاصل کرنا تھا۔ دین کی جڑوں کو کمزور کر کے مذاہب ایجاد کرنا آمرانہ اقتدار اور دولت پر قبضہ کے لئے ضروری تھا۔ مذاہب کے ایجاد کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ کسی ملک میں بسنے والی اکثریت کو علم اور صحت کی دولت سے محروم رکھا جائے گا تا کہ اس محرومی کی وجہ سے ان میں اپنے حقوق حاصل کرنے کا حوصلہ اور ملک کی ترقی (اور اس کے ذریعے خود اپنی ترقی کے لئے جدوجہد کا داعیہ پیدا ہو نہ حکمران طبقوں کی طرف سے ظلم و نا انصافی کے مقابلے میں ڈٹ جانے کی طاقت حاصل ہو۔ ہندو دھرم میں اچھوتوں(untouchables) کا تصور بھی ''مذہب'' کے اس غلط تصور ہی کا شاخسانہ ہے۔

خالق کائنات نے اپنے انبیاء کے ذریعے انسانی معاشرے کی تنظیم کے لئے رہتی دنیا تک کے لئے کوئی لگے بندھے ضوابط(hard and fast rules) نہیں دیئے ہیں۔ مختلف انبیاء نے اپنے اپنے دور میں بسنے والے انسانوں کو بنیادی اخلاقی تعلیمات اور اقدار سے نوازا ہے جو دو طرفہ کی ہیں۔ ایک ان کے اپنے وقت اور مستقبل قریب کے لئے ہیں اور دوسرے مستقبل بعید کے لئے اور یہ انسانی ترقی کے ہر دور میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے مستقل اصولوں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ اقدار امن، محبت، انسانی اتحاد اور بھائی چارہ(human fraternity) ہیں۔ ان اقدار کو محض نعرے(slogan) کے طور پر استعمال نہیں کیا جانا چاہیے بلکہ انہیں معاشرے کی تعمیر کے لئے بنیاد بنانا چاہیے۔ ہمارے معاشرے میں پیدا ہونے والی تمام خرابیاں اس وجہ سے ہیں کہ ہم نے اپنی دنیاوی زندگی کو بہترین طرز زندگی پر گزارنے کے بارے میں خالق کائنات کی طرف سے دیئے گئے ''ایمان اور عمل صالح'' کے اصول کی بنیاد پر مبنی اخلاقی اصولوں کی پیروی کرنے اور تمام انسانوں کو واحد امت قرار دینے کی بجائے ہم نے انسانیت کو مذاہب اور فرقوں میں بانٹ کر باہمی اختلافات اور دشمنوں کے راستہ پر ڈال دیا ہے۔ مزید برآں ہم نے ملک کے ذرائع پیداوار کی تمام اہل ملک میں منصفانہ تقسیم کا اہتمام کرنے کی بجائے انہیں مختلف اقسام کی اجارہ داریوں کے قیام کے ذریعے چند مخصوص مفاد پرست طبقوں میں مرتکز کر دیا ہے اور غالب اکثریت کو ان سے محروم کر دیا ہے۔ اس ظالمانہ عمل کے نتیجے میں انسانوں کی بڑی اکثریت

MashalBooks.org

غربت، افلاس خرابی صحت اور جہالت میں مبتلا اور بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہو کر رہ گئی ہے۔

مزید ستم یہ ہوا ہے کہ ان سچائیوں اور حقیقتوں کو سمجھنے والی اور ان کی روشنی میں حقیقی تعمیری سرگرمیوں میں مصروف اور نسلی، لسانی، مذہبی، فرقہ وارانہ اور دیگر تعصّبات سے مبرا سیاسی قیادت کا فقدان ہے۔ ایسی قیادت کا موجود نہ ہونا ہی دینا بھر میں برپا فتنہ وفساد کی جڑ ہے۔ جھوٹ اور منافقت پر پلنے والی سیاسی قیادتیں لازماً آمرانہ، کرشماتی (charismatic) اور استحصالی قیادت میں تبدیل ہو جاتی ہیں جبکہ انہیں اجتماعی اور خادم عوام قیادت کی شکل اختیار کرنا چاہیے جو تمام افراد قوم کو ایک ملک میں بسنے والی ایک قوم کا حصہ سمجھے، انہیں یکساں حقوق دے اور سیاسی عمل میں سب کو برابر شریک کرے۔

مندرجہ بالا سطور میں بیان کی گئی باتوں پر بخوبی غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مندرجہ ذیل اقدام ہی موجودہ ابتر حالات کو درست کرنے کا سبب بن سکتے ہیں:

1- فرقہ وارانہ تنظیموں کو خلاف قانون قرار دیا جائے اور مذہبی منافرت پھیلانا قانونی جرم۔ صرف ایسی سیاسی جماعتوں اور سماجی تنظیموں کو کام کرنے کی اجازت ہو جو غیر فرقہ وارانہ بنیاد پر قائم کی جائیں۔ سیاست دانوں کو انتخابی مہموں کے دوران مذہب اور مذہبی نعروں کو استعمال کرنے کی قطعی ممانعت ہو۔

2-ناموس رسالت کے قانون اور مذہبی تعصب کی بنیاد پر بنائے گئے دیگر تمام قوانین کو ختم کر کے مذہبی رواداری کے فروغ کے ذریعے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مذہبی ماختلافات پر مبنی متشددانہ رویوں کو ختم کیا جائے اور حکومتی سطح پر سیاسی عمل کے ذریعے تمام مذاہب کے پیروکاروں کو تمام انبیاء کی یکساں تعظیم کرنے کی ترغیب دلائی جائے۔ ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ توہین رسالت کا قانون صرف مسیحیوں کے خلاف نہیں بلکہ ان مسلمانوں کے خلاف بھی استعمال ہوتا ہے جو معاشی، سیاسی اور مذہبی جبر کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں۔ اس قانون کے تحت مسلمانوں کے خلاف بھی جھوٹے مقدمات قائم کئے جاتے ہیں جس طرح مسیحیوں کے خلاف۔ اس لئے ملک کے اکثریتی گروہ کو چاہیے کہ وہ اقلیتوں کے ساتھ مل کر اس قانون کے خلاف آواز اٹھائیں۔

MashalBooks.org

3-پاکستان میں بسنے والی تمام اقلیتوں کو آئینی طور پر مساوی حقوق دے کر پاکستانی قوم کا حصہ قرار دیا جائے اور اس بناء پر انہیں جائنٹ الیکوریٹ کے نظام کی بنیاد پر اسمبلیوں کے منتخب ہونے کا حق دے کر ملکی سیاست کے مرکزی دھارے میں شامل کیا جائے۔ نیز انہیں مسلمانوں کے برابر مراعات دی جائیں اور ملک کے انتظامی امور میں ان کی باضابطہ شرکت کا اہتمام کیا جائے۔

4-تبدیلی مذہب کا طریقہ قطعی غلط ہے۔ اسے ممنوع قرار دیا جانا چاہیے۔ اس کے بجائے ہر مذہبی پلیٹ فارم سے تمام انبیاء کے مشترکہ دین (دین انبیاء) کی اصولی تعلیمات بیان کی جانی چاہئیں جو بلا تفریق نسل و مذہب تمام انسانوں میں اتحاد وفکر وعمل پیدا کرتے ہیں۔ یہ تعلیمات ''خدا پر ایمان اور انسانیت کی خدمت'' کی بنیادی تعلیم پر مبنی ہیں جن میں انسانوں کے ہاتھوں انسان کے استحصال کے خاتمہ، معاشی وسماجی عدل اور بلا لحاظ نسل و مذہب باہمی تعاون کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

5- کسی بھی مذہب کے قائدین اور پیروکاروں کو قانون اپنے ہاتھوں میں لینے کی قانونی طور پر ممانعت ہو۔ جو شخص بھی کسی کو ناحق طور پر قتل کرے اس کے خلاف ملک کے عام قانون کے تحت مقدمہ چلا کر قرار واقعی سزا دی جائے۔

6- پاکستان کے مسلم عوام اور کرسچئن عوام باہم مل کر معاشی، سیاسی و مذہبی اجارہ داروں اور جاگیرداری نظام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں اور قوتیں صرف کریں۔

7-تمام سکولوں اور کالجوں میں ایک جیسا نظام تعلیم رائج کیا جائے جس کا مقصد اچھے انسان تیار کرنا ہو۔ انگلش میڈیم اور اردو میڈیم کا علیحدہ علیحدہ نظام ختم کیا جائے۔ نیز مسلم مذہبی درسگاہوں کے نصاب میں قرآن کی باترجمہ تعلیم کے علاوہ تاریخ، جغرافیہ، فزکس، کیمسٹری، فلسفہ وغیرہ کے مضامین بھی شامل کئے جائیں۔

8-لوگوں کے مذہبی امور (یعنی عبادات وغیرہ) کی انجام دہی میں ریاست کا عمل دخل نہیں ہونا چاہیے۔ ریاست کی اولین ذمہ داری ملک میں رہنے والے تمام لوگوں کے معاشرتی، معاشی اور سیاسی امور انجام دینے اور مسائل حل کرنے کی ہے۔عوام کو غیر ضروری

MashalBooks.org

ٹیکسوں کے بوجھ سے نجات دلانا، عوام کو اجارہ دار عناصر کے مظالم کے خلاف سستا اور فوری انصاف دلانا، زراعت کے شعبہ میں جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری نظام ختم کر کے بے زمین کاشتکاروں کو زمینیں فراہم کرنا، صنعتی میدان میں نجی اور ریاستی سطح پر زیادہ سرمایہ کاری کا اہتمام کرنا اور مہنگائی، بیروزگاری اور لاقانونیت سے نجات دلانا ان مسائل میں شامل ہیں۔

9-ملک میں بسنے والی تمام عورتوں کو بلا لحاظ مذہب، نسل وغیرہ مردوں کے برابر حقوق دیئے جائیں، اور زندگی کے تمام شعبوں میں بلا روک ٹوک شرکت کے مواقع فراہم کئے جائیں۔

10-مذہبی، نسلی، لسانی اور دیگر عوام کی بجائے صرف قابلیت(merit) کو تمام سرکاری ملازمتوں کے لئے واحد معیار قرار دیا جائے۔

11-مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لئے جو مثبت باتیں اور دلائل جہاں جہاں سے سامنے آئیں اخبارات انہیں اہتمام کے ساتھ رپورٹ کریں اور ملک میں امن و آشتی اور جمہوریت کے فروغ اور ملک وقوم کی تعمیر و ترقی اور خوشحالی کے لئے جو حقیقی کوششیں ہو رہی ہوں انہیں شائع کریں۔

12-انسانی بنیاد پر تعصّبات سے خالی تحریکیں چلائی جائیں اور ان کے ذریعے مذہبی تفریق اور مذہبی اجارہ داریوں کا مقابلہ کیا جائے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

بنیادی اصطلاحیں

ذیل میں ہم چند اصطلاحات اور ان کا مفہوم مختصر طور پر بیان کریں گے۔ اس بیان سے زندگی کی حقیقت اور اس کے مدعا کو سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ اس کو سمجھے بغیر مذہبی رواداری کی افادیت کا سمجھنا مشکل ہے۔

1- خدا: اللہ ، خدا، گاڈ، پرماتما، یا جس نام سے بھی اسے یاد کیا جائے، اپنی حقیقت کے اعتبار سے کیا ہے اس کا فیصلہ انسان نہیں کرسکتا جو کہ خود خدا کی پیدا کردہ مخلوق ہے۔ خدا کا انسان کی طرح کا کوئی تشخص نہیں ہے وہ تو نور ہے جس کا پھیلاؤ لامتناہی ہے، اور وہ ہر ذی روح اور ذی نفس کے اندر سرایت کئے ہوئے ہے۔ خدا نے کائنات اور انسان کی تخلیق کر کے اس کی مادی ضروریات کی فراہمی کا پورا پورا اہتمام کیا ہے اور اجتماعی سطح پر انسانی معاشرے کی تعمیر اور ترقی کے لئے اس کی فطرت میں تعمیر نو کی صلاحیت اور محبت و قربانی کا جذبہ ودیعت کیا ہے۔ اس لئے اگر خدا کی ہستی کو محو بنا کر، اور مشکلات میں اس کی مدد پر پختہ یقین کرتے ہوئے، مثبت انداز میں معاشرے کی تعمیر کے لئے تگ و دو کی جائے اور عمل کے تقاضوں کو پورا کیا جائے، تو کوئی وجہ نہیں کہ انسان کو کامیابی حاصل نہ ہو۔ چنانچہ خدا کے وجود کا انسان کی زندگی سے تعلق محض نظریاتی نہیں بلکہ عملی ہے۔ اس تعلق کو نہ جاننے اور اس نظریہ زندگی کو نہ سمجھنے ہی کی وجہ سے انسان مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور انسانی معاشرہ انتشار اور زبوں حالی کا شکار ہو جاتا ہے۔

2-انبیاء: خدا، انسانوں کی عام ذہنی سطح سے بہت بلند ذہنی سطح رکھنے والے افراد کو انسانی زندگی کی حقیقت بتانے اور اپنی تعلیمات اور ہدایات بیان کرنے کے لئے مقرر کرتا ہے۔ انبیاء کی دعوت کا بنیادی نقطہ انسان دوستی ہے۔ وہ مختلف مذہبی عقائد کی بنیاد پر فرقہ واریت کی نفی کرتا ہے۔ کسی نبی نے انسانوں کی سطح سے بلندتر وجود کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اپنے آپ کو خدا کا بندہ (غلام) کہا ہے۔ یہ انبیاء دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں انسانوں کی کثیر تعداد بستی تھی رہے۔ ہیں ان کی بنیادی تعلیم تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف قوموں کے لئے

MashalBooks.org

مختلف نہیں تھی بلکہ ایک ہی تھی۔ وہ یہ تھی کہ کائنات اور دنیا کی تمام موجودات کی تخلیق کرنے والی اور انسان کو زندگی بخشنے والی واحد ہستی کا اقرار کیا جائے، اس کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے، اپنی زندگی میں اس کی ہدایات پر عمل کیا جائے اور اپنی ہم جنس مخلوق کے ساتھ امن و آشتی، بھائی چارے اور باہمی تعاون کے ساتھ رہا جائے۔ کسی نبی نے الگ مذہب نہیں بنایا تھا کہ وہ اس کی رحلت کے بعد اس کے نام سے منسوب ہو اور انسانوں میں گروہ بندی اور اختلافات کا باعث ہو۔ چنانچہ ہر نبی کا یکساں احترام اور ان کی اصل تعلیمات پر عمل پیرا ہونا انسان کے لئے لازم ہے۔

3-اخلاقی قدریں: اخلاقیات کا تمام تر تعلق انسان کی مادی، حسی اور معاشرتی زندگی سے ہے۔ اخلاق کے جس تصور پر عمل پیرا ہونے سے انسان کے سماجی تعلقات میں کوئی بہتر نہ ہو، ایک شخص دوسرے شخص کے ساتھ ایسا برتاؤ نہ کرے جیسا برتاؤ ہم اپنے لئے پسند کرتے ہیں، اس کے معاشرتی نظام میں اونچ نیچ اور نا انصافیاں دور نہ ہوں، باہمی روابط اور بین الاقوامی میں تعلقات میں کوئی ہمواری اور عدل پیدا نہ ہو، ایسے اخلاق کا کیا مقام ہو سکتا ہے۔ دراصل عدل، احسان، رحمت اور حکمت وہ چار بنیادی اخلاقی قدریں ہیں جو انسان کی علمی اور اخلاقی ترقی میں ممد و معاون ہوتی ہیں، اور ان سے لیس ہو کر وہ معیشت، معاشرتی، سیاست، علم و ادب اور ثقافت کے میدانوں میں کار ہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے۔

4-روحانی ترقی: روح عصر کے ساتھ زندگی کو ہم آہنگ کرنا ہر دور کا تقاضا رہا ہے لیکن اس عمل کا کامیاب ہونا روحانی ترقی کے بغیر ممکن نہیں۔ روحانی زندگی، مادی زندگی کی ایک بہتر اور زیادہ ترقی یافتہ شکل ہے۔ جس معاشرے میں انسانی تعلقات زیادہ ہم آہنگ ہوں، سیاسی، معاشی اور مذہبی طبقات کی اجارہ داری نہ ہو اور احترام آدمیت کا جذبہ لوگوں میں عملاً کارفرما ہو وہی معاشرہ روحانی اعتبار سے زیادہ ترقی یافتہ ہوگا۔ روحانی زندگی کی بنیاد خدا کی معرفت پر رکھی گئی ہے اور یہ معرفت پرستش، رسمی عبادات، مراقبہ و ذکر سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ انسانی خدمت، محروم طبقات کو ان کے حقوق دلانے، مذہبی پیشوائیت، معاشی اجارہ داری اور سیاسی استبداد کو مٹا کر انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلانے،

MashalBooks.org

ملک وقوم کو ہمہ جہت ترقی سے ہمکنار کرنے اور انسانیت کو بلند ترین سطح پر لے جانے کی کوششوں سے حاصل ہوتی ہے۔ کشف و الہام اور وجدان، جو انسانی عمل کی ترقی یافتہ صورت ہے، انسان کے حسی تجربات ہی سے پھوٹتے ہیں۔ قرآن جب لوگوں کے سامنے دلائل پیش کرتا ہے۔ تو ان سے بھی دلائل طلب کرتا ہے تو پھر الہامی اور وجدانی انکشافات بھی دلیل اور منطق سے کیسے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ ارباب تصوف نے انفرادیت کو مذہب کے راستے سے تقویت دی۔ ان کے نزدیک مذہب نام تھا انفرادی تزکیہ نفس کا۔ اس لئے اجتماعی ذمہ داریوں کو انہوں نے اہمیت نہیں دی اور ان سے کنارہ کش رہے۔ تزکیہ نفس کی افادیت صرف اس صورت میں ہے جبکہ وہ انسان کے اندر خود شناسی پیدا کر کے اور اسے تعصّبات اور تنگ نظری سے باز رکھ کر خدا شناسی کی راہ پر ڈال دے۔ انسانی زندگی میں عبادات، اقدار، افکار اور اداروں کو بنیادی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ ان تمام امور کو زندگی کا حصہ بنائے بغیر انسان دنیا کے معاملات میں اپنا صحیح کردار ادا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ اصل روحانیت یہ ہے کہ دنیاوی زندگی کے عارضی ہونے کی حقیقت کو ہمہ وقت اپنے پیش نظر رکھا جائے اور اور ہر شخص اپنے طور پر اس امر کا جائزہ لیتا رہے کہ اس نے کون سے اور کتنے کام معاشرے کو فائدہ پہنچانے کے لئے کئے ہیں اور کتنے اور کون سے کام ایسے کئے ہیں جن سے معاشرے کو نقصان پہنچا ہے۔ اسے اپنے ضمیر کے سامنے جوابدہی کا احساس کرتے ہوئے اپنے آپ کو خود احتسابی (Self-critieism) کے عمل سے گزارنا ہوگا تب جا کر وہ اپنے معاشرے کا مفید شہری بن پائے گا۔

5- سچائی: سچائی کا ایک ہی واثق ذریعہ ہے، وہ ہے خالق کائنات و انسان۔ سچائی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ سادہ اور آسانی سے سمجھ میں آنے والی ہے۔ یہ دل میں اتر جاتی ہے اور دماغ پر چھا جاتی ہے۔ اس سے انکار ممکن نہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان اپنی ذات اغراض و مفادات اور اخلاقی کمزوریوں کے ہاتھوں مجبور ہو کر سچائی پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔ سچائی کے اختیار کرنے سے انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا ہوتا ہے اور اس کے اندر قوت کار اور مقصد کے ساتھ گہری لگن پیدا ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں وہ کارہائے نمایاں انجام دے سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جھوٹ انسان کے اندر منفی رجحانات پیدا کرتا ہے

MashalBooks.org

اور اس کی شخصیت کو مسخ کر دیتا ہے۔ معاشرے میں اس کا اعتبار جاتا رہتا ہے اور وہ معاشرے کی کوئی مفید خدمت انجام نہیں دے پاتا۔

6- محبت : محبت ، انسانی کردار کی بنیاد اور اس کی محرک اعلیٰ ہے۔ اس جذبہ کی بدولت ہی انسانوں کے اندر غریبوں اور بد حالوں کے ساتھ ہمدردی کرنے اور امراؤ دولت مندوں کی مصرفانہ زندگی اور معاشرتی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کی مذمت کرنے کی ہمت پیدا ہوتی ہے۔ یہی جذبہ محبت، غربت و امارت کا فرق مٹانے کے لئے جدوجہد کرنے کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتا ہے اور بلا تفریق مذہب تمام انسانوں کو مساوات اور اخوت کا اصول اپنانے پر بخوشی آمادہ کرتا ہے۔ یہی تمام انبیاء کی تعلیم تھی۔ دوسروں کے ساتھ محبت کا جذبہ نہ ہو تو کسی شخص کی ساری مذہبیت محض دکھاوا ہے۔ جذبہ محبت کے فقدان ہی کی وجہ سے تاریخ کے ہر دور میں سیاسی اقتدار رکھنے والے، مذہبی اشرافیہ اور دولت مند افراد عام طور پر عوام کے مفاد کے خلاف کام کرنے والے رہے ہیں۔

جذبہ محبت ہی انسان کو ایک ایسے خدا کے وجود کا یقین دلاتا ہے جو اس کے دکھ سکھ اور رنج و راحت میں شریک ہوتا ہے، اور جس کی ذات تک پہنچنے میں وہ کسی شفیع اور نجات دہندہ کے واسطے کا محتاج نہیں ہوتا۔ جذبہ محبت انسان میں رحم، درگزر اور حسن سلوک کی صفات پیدا کرتا ہے اور دوسرے انسانوں کے ساتھ اپنے معاملات اور تعلقات میں عدل و انصاف اور مساوات کے اصول پر کار بند بناتا ہے اور اسے مذہبی رسوم و روایات کی پیروی اور ظاہری دینداری سے نجات دلاتا ہے۔

محبت، انسان کو فقہ اور قانون کی جکڑ بندیوں سے آزاد کر کے اخلاق و کردار کی دہلیز پر لا کھڑا کرتا ہے۔ محبت اعلیٰ کردار کی اہمیت واضح کر کے انسان کو فروعات، جزئیات اور مراسم و ظواہر پرستی سے نجات دلاتا ہے۔ وہ اپنی سوسائٹی کے فرسودہ رسم و رواج اور روایات سے ہٹ کر خالص علمی بنیادوں پر مساء و معاملات پر غور کرنا سکھاتا ہے۔ محبت کا جذبہ انسان کو اہبانیت کے چنگل میں پھنسنے سے بچا کر اس کی صلاحیتوں کو نفس کشی اور انفرادی تزکیہ نفس کی بے سود سرگرمیوں میں ضائع کرنے کی بجائے معاشی و معاشرتی تعمیر و ترقی، تہذیب و تمدن کے فروغ اور ارتقائے حیات کے کموں میں صرف کراتا ہے۔ اس

MashalBooks.org

طرح انفرادی طور پر بامقصد تزکیہ نفس اور اجتماعی میدان میں جدوجہد کے ذریعے حاصل شدہ اخلاقی اور عملی قوت اجتماعی وقومی سطح پر ایک ناقابل شکست قوت بن کر ابھرتی ہے اور سوسائٹی کو مثبت اور تخلیقی انداز میں بدل کر رکھ دیتی ہے۔ یہاں یہ بات مدنظر رہنی چاہیے کہ راہبانہ تصور حیات نے سیاسی لحاظ سے انسانوں کی ایک بہت بڑی تعداد کو سیاسی، معاشی اور معاشرتی عمل سے علیحدہ کر دیا ہے۔ جس کے نتیجے میں سوسائٹی جامد رہتی ہے اور اس میں بہتر تبدیلی نہیں ہو پاتی۔

7-فرد اور معاشرہ:

فرد کو خالق کائنات و انسان کی طرف سے عقل وفکر کی مکمل آزادی دی گئی ہے۔ وہ کسی بات کو بلا سمجھے ماننے اور اختیار کرنے رپ مجبور نہیں کیا گیا ہے۔ روحانیت اور اخلاقیات کا سارا مواد بھی فرد کے احساسات و تجربات اور عقلی صلاحیتوں پر مبنی ہے۔ تمام معاشرتی تبدیلیوں، سیاسی تغیرات اور معاشی اصلاحات کا ذریعہ فرد ہی ہے۔ افراد مل کر جس قسم کا معاشرہ تشکیل دیں گے اسی کے مطابق ان کی قسمت مرتب ہوگی۔ ان کے مستقبل کا دارومدار ان کی ہیت اجتماعی اور معاشرے کی ساخت پر ہے نہ کہ ان کے ذاتی عقائد اور رجحانات پر۔

فرد کی صلاحیتوں کی نشوونما ایک ایسے معاشرتی نظام کے قیام کے بغیر ممکن نہیں جس میں معاشی استحصال، سیاسی اجارہ داری، قانونی جبر اور مذہبی پیشوائیت راہ نہ پا سکے۔ کوئی معاشرہ مادی اور روحانی ترقی صرف اس وقت کرسکتا ہے جب اس میں مذہبی پیشوائی، سیاسی اجارہ داری اور معاشی استحصال کے امکانات نہ ہوں۔ اچھے افراد صرف اچھے معاشرے میں ہی پیدا ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال درست نہیں ہے کہ ''افراد اچھے ہو جائیں تو معاشرہ خود بخود درست ہو جائے گا۔'' اگر سیاسی، سماجی اور معاشی نظام عدل و انصاف اور اخوت پر قائم نہ ہو، اگر معاشرے میں مراعات یافتہ طبقات ساری دولت اور وسائل پیداوار پر قابض ہوں، اگر افراد معاشرہ میں تخلیق نو کے ذریعے تبدیلی اور خدمت کا جذبہ ناپید ہو تو ایسے معاشرے میں انتشار اور بدنظمی کا پیدا ہونا ناگزیر ہے، اور اس کے نتیجے میں افراد کا

MashalBooks.org

مسائل اور مصائب سے دو چار ہونا لازمی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات ذہن نشین کرنے کی ہے کہ خدائی احکامات و تعلیمات اور جدید سائنسی تحقیقات و نظریات دونوں کے تحت مقررہ اسباب ہمیشہ مقررہ نتائج پیدا کرتے ہیں، اور اگر ہمیں انسانی زندگی میں کوئی مفید تبدیلی لانا ہے تو ہمیں سب سے پہلے اس کے مطلوبہ اسباس فراہم کرنے ہوں گے۔ محض تمناؤں اور دعاؤں سے زندگی میں ہونے والے واقعات کو نہیں بدلا نہیں جا سکتا۔ دنیا میں انسانی اعمال ایک سلسلہ اسباب و نتائج (cause and effect) کے تحت رونما ہوتے ہیں، اور زندگی کی تمام تبدیلیاں اور تغیرات اس اٹل قانون کے تابع ہیں۔ یہ کسی اندھی اور بہری تقدیر کا نتیجہ نہیں ہیں۔ کوئی انسانی عمل تقدیری نہیں ہے۔ بس انسان کی اپنی کم فہمی، جہالت اور قوت عمل کے فقدان کو تقدیر کے کھاتے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جیسے جیسے علم کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا ہے اور افراد معاشرہ میں یہ صلاحیت پیدا ہوتی جاتی ہے کہ وہ اپنی علمی اور تخلیقی صلاحیتیں زندگی کے معاملات میں مثبت طور پر برت سکیں ویسے ویسے تقدیر کا دائرہ محدود اور تدبیر کا دائرہ وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ اگر کوئی قوم اپنے معاشرتی امراض کی صحیح تشخیص کر لے اور یہ سمجھ لے کہ اس کی خامیاں، ناکامیاں اور محرومیاں اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہیں تو وہ اپنے سیاسی و معاشی نظام میں مطلوبہ تبدیلیاں لا کر سیاسی انتشار اور معاشی زوال سے محفوظ ہو سکتی ہے اور ترقی کی راہ پر آگے بڑھ سکتی ہے۔ ایسی قوم کائنات اور انسانی زندگی سے متعلق ان قوانین کے بارے میں علم حاصل کرے گی جن سے قومی زندگی میں ابتری اور فساد سے بچا جا سکتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہو کر اپنا خوشگوار مستقبل تعمیر کیا جا سکتا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تقدیر کا مسئلہ دراصل بنو امیہ کی ملوکیت نے انسانی اختیار و آزادی کے عقیدہ کو مٹانے کے لئے پیدا کیا تھا کیونکہ مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت ان سے اس لئے ناراض تھی کہ انہوں نے اس وقت کے مشاورت پر مبنی جمہوری نظام کو مٹا کر ایک آمرانہ اور شخصی نظام حکومت قائم کر دیا تھا۔ چنانچہ بنی امیہ نے اپنی جابرانہ حکمرانی کو ایک تقدیری عمل قرار دیا تھا تا کہ لوگ اپنی مصیبتوں کے لئے ان پر الزام دھرنے کی بجائے انہیں خدائی مشیت قرار دے کر خاموش ہو جائیں اور اپنی تدابیر اور جدوجہد سے کسی خرابی کو دور کرنے کی کوششوں کو بے سود سمجھنے لگیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ملوکیت نے، خواہ

وہ مسلمانوں کی ہو یا اہل مغرب کی، انسانوں کے اندر انفرادیت پسندی، گروہ بندی اور نسلی و مذہبی نفرتوں اور تفرقوں کو پیدا کرنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا ہے اور اس کے لئے انہوں نے تقدیر کے نظریے کو اپنی آمرانہ حکمرانی قائم رکھنے کے لئے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا ہے۔

8-عبادت:

مذہبی اصطلاح میں ''عبادت'' کا لفظ ایک محدود معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے مطابق نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج اہم ہیں۔ جہاد کا ذکر بہت کم آتا ہے اور یہ عبادات کے زمرے میں آخر میں رکھا گیا ہے۔

نماز، بہت بڑی حد تک ایک رسمی عبادت بن گئی ہے اور اس کا انسان کی عملی زندگی سے گہرا تعلق نہیں ہے۔ محض نماز کی ادائیگی سے ایک فرد کی زندگی اور رویہ میں کوئی ایسی مثبت تبدیلی نہیں آتی جس سے وہ معاشرے کی بہتری کے لئے کوئی نمایاں خدمت انجام دے سکے اور ملک کا ایک مفید شہری بن سکے۔ پھر عام طور پر ہر لوگ نماز کو اپنی کوتاہیوں، غلط روی اور اصراف کے لئے ڈھال کے طور ضرر اور دکھاوے کے لئے استعمال کرتے ہیں جس کی قرآن میں سخت مذمت کی گئی ہے۔ نماز میں قرآن کی جو آیتیں پڑھی جاتی ہیں عام طور پر لوگ ان کے معنی و مفہوم کو سمجھے بغیر دہرا دیتے ہیں اور اپنے مختلف امور میں، خاص طور پر شادی بیاہ، کاروبار اور سرکاری فرائض کی ادائیگی میں ان کا کوئی خیال نہیں کیا جاتا۔ نماز ایک فارسی لفظ ہے جو محدود معنی رکھتا ہے جبکہ قرآن میں لفظ صلوٰۃ استعمال کیا گیا ہے جو وسیع تر مفہوم رکھتا ہے۔ اس کے معنی خدا کو بار بار یاد کرنا، اس کا شکر بجا لانا، اس کی تعریف کرنا، اس سے قول و اقرار کرنا، اس کی راہ پر چلنے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق مانگنا اور اس سے مدد چاہنا ہے۔

روزہ، ایک ایسی عبادت ہے جو نماز کی طرح صرف ظاہرہ نہیں بلکہ خفیہ بھی ہے اور جس کی صحت کے بارے میں دوسروں کو علم نہیں ہوسکتا۔ مہینہ بھر خاص اوقات کے دوران بھوکا پیاسا رہ کر، اور وہ بھی صرف خدا کی خوشنودی کی خاطر، ایک شخص خدا کی راہ میں اور

MashalBooks.org

انسانوں کی انفرادی اور اجتماعی خدمت کے لئے مشقت برداشت کرنے کا اپنے آپ کو عادی بناتا ہے۔

حج، ایک ایسی اجتماعی عبادت ہے جس میں بیک وقت عام ممالک کے مسلمان طول وطویل سفر کر کے اور مشقت برداشت کر کے مکہ اور مدینہ میں جمع ہوتے ہیں اور خدا کی عظمت اور اس کے رسول ''محسن انسانیت'' محمد ﷺ کی محبوبیت کا اقرار کرتے ہیں۔ حج کرنا زندگی میں صرف ایک مرتبہ مسلمانوں پر فرض ہے اور وہ بھی ان کے لئے جو اس کی مالی اور بدنی استطاعت رکھتے ہوں۔ حج کے علاوہ عمرہ بھی کیا جا سکتا ہے لیکن عمرہ بار بار کرنا اور کثیر رقم اپنی ذاتی تسکین یا اپنے ملک کے لوگوں میں اپنی تشہیر کرنے یا نیک انسان کی حیثیت سے اپنے آپ کو متعارف کرانے کے لئے آلہ کے طور پر استعمال کرنا، ایسی حالت میں کہ ملک کی اکثریت غربت وافلاس اور بے شمار مسائل میں مبتلا ہے اور ملک کے معاشی حالت کو درست کرنے کے لئے مالی قربانیوں کی ضرورت ہے، کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ حج کا اجتماع اس امر کا عملی اظہار ہے کہ جو لوگ بھی'' خدا پر ایمان اور انسانی دوستی'' پر ایمان لے آتے ہیں وہ خواہ کسی نسل گروہ یا ملک سے تعلق رکھتے ہوں ایک امت بن جاتے ہیں اور وہ آئندہ باہمی تعاون اور آپس کے مشورے سے اجتماعی بہتری کے لئے کام کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس عالمی اجتماع سے کوئی سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ یہ محض ایک مذہبی تہوار بن کر رہ گیا ہے۔

زکوٰۃ ، جسے عبادت کا درجہ دیا گیا ہے، کے ذریعے مسلمانوں پر اجتماعی مفاد کے لئے مالی ذمہ داریاں عائد کی گئی ہیں انسانی تمدن کی ترقی کی رفتار کو قائم رکھتے ہوئے کس طرح تمام انسانوں کو ان کی ضروریات زندگی بغیر کسی رکاوٹ کے بہم پہنچانے کا بندوبست ہو، اور کس طرح معاشرے کے ہر فرد کو اس کی قابلیت اور استعداد کے مطابق ترقی کرنے، اس کی شخصیت کو نشوونما دینے اور اس کی قابلیت کو درجہ کمال تک پہنچانے کے مواقع حاصل ہوں ان تمام باتوں کا حل زکوٰۃ کے نظام کے ذریعے دیا گیا ہے۔ ایک منصفانہ معاشی نظام کا بنیادی مقصد ضروری سامان کی فراہمی کا اجتماعی سطح پر انتظام کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کوئی انسان خوراک، لباس، مکان، علاج، تعلیم اور روزگار کی بنیادی انسانی ضروریات سے

MashalBooks.org

محروم نہ رہے، اور اسے اپنی شخصیت کو نشوونما دینے کے لئے ہر شعبہ زندگی میں پورے مواقع حاصل ہوں۔ یہ وہ بنیادی ادارہ ہے جو معاشی، معاشرتی، سیاسی اور ثقافتی سطحوں پر ایک اچھے نظام کی اچھی شکل بناتا ہے۔ جدید سرمایہ داری نظام میں ٹیکسوں کی بھرمار اور اس کے پیچیدہ اور عوام دشمن نظام کے مقابلے میں زکوٰۃ کے نظام کو بہت سادہ اور عوام کے حق میں مفید بنایا گیا ہے۔ اس نظام کے تحت دو بڑے ٹیکس عائد کئے گئے ہیں۔ ایک فاضل دولت پر زکوٰۃ اور دوسرا زرعی زمین پر عشر۔ ان دونوں ٹیکسوں کے مصارف الگ الگ رکھے گئے ہیں۔ معاشرے کے تمام حاجت مندوں کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کے لئے زکوٰۃ کا مخصوص نظام قائم کیا گیا ہے، جس کی حیثیت ایک اجتماعی بیمہ کی ہے۔ اس کے مقاصد وہی ہیں جن کا آج کی فلاحی مملکتیں دعویٰ کرتی ہیں لیکن ان کے بجٹ کا بہت کم حصہ فلاحی کاموں کے لئے رکھا جاتا ہے۔ اسلام (دین انبیاء) اس کی اجازت نہیں دیتا کہ معاشرے کے بعض افراد کے پاس ضرورت سے اس قدر زیادہ جمع ہو جائے کہ وہ اسے تعیش اور نام ونمود کے لئے آزادانہ خرچ کریں جبکہ اس معاشرے میں بعض دوسرے افراد فاقہ کشی میں مبتلا ہوں۔ گویا اگر ایک طرف زائد از ضرورت دولت کمانے کی کھلی اجازت ہے تو دوسری طرف دولت کے مصرفانہ خرچ پر پابندی ہے، اور اس پر بھی کہ دولت کے انبار لگائے جائیں اور دولت صرف دولتمند طبقے میں ہی گردش کرتی رہے۔

یہاں پر یہ بات بھی سمجھنے کی ہے کہ زکوٰۃ وعشر کوئی خیراتی قسم کی چیز نہیں ہے کہ کسی کی مرضی ہو تو دے ورنہ نہ دے، اور دے بھی تو انفرادی طور پر دے۔ یہ محاصل دراصل اسلامی حکومت کی مالیت کا ایک اہم اور لازمی حصہ ہے جس سے تمام حاجت مندوں کی بنیادی ضروریات کو پورا کیا جاتا ہے اور ریاست کے اہم اخراجات پورے کئے جاتے ہیں۔ زکوٰۃ کے لغوی معنی طہارت اور نشوونما کے ہیں اور یہ اس مال کو کہتے ہیں جو اسلامی ریاست دولت مند طبقوں سے حاصل کر کے ان مصارف پر صرف کرتی ہے جس کا فائدہ براہ راست عوام کو پہنچتا ہے۔ نظام زکوٰۃ کے قیام سے ملک کے مستحق افراد، خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، کی بنیادی ضروریات اور بہ احسن طریق پوری ہوسکتی ہیں۔ زکوٰۃ کی آمدنی کو ریاست کی دوسری آمدنیوں سے علیحدہ رکھا گیا ہے، ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایک نظام کے تحت

MashalBooks.org

زکوٰۃ اکٹھی کر کے حاجت مندوں کی ضرورت پوری کرے۔

جہاد، دنیا کی زندگی میں انسان کی اس دوڑ دھوپ کو کہا جاتا ہے جو وہ دنیاوی نتائج کی بجائے اخروی نتائج حاصل کرنے کی غرض سے کرتا ہے۔ مذہبی رسوم کی ادائیگی اور ظواہر کی پیروی جہاد کی تعریف میں نہیں آتے۔ خدا پر ایمان لا کر اس کی راہ میں (انسانوں کی بہتری کے لئے) قربانیاں دینا، جہاد ہے۔ جہاد کا لفظ جدوجہد، کشمکش اور انتہائی سعی و کوشش کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تمام استحصالی قوتوں کے خلاف دل و دماغ اور جسم و مال کا ساری قوتوں کے ہمراہ مقابلہ کرنا جہاد ہے۔ اپنی زندگی میں اس طرح کا جہاد کئے بغیر محض نماز، روزہ، حج اور انفرادی طور پر زکوٰۃ ادا کر دینے سے ایمان کے تقاضے پورے ہوتے ہیں نہ اخلاقی اور روحانی بلندی نصیب ہوتی ہے۔ خود اپنے نفس کی ترغیبات کے خلاف لڑنا، جو انسان کو ہر وقت اپنی خواہشات کا غلام بنانے کے لئے زور لگاتا رہتا ہے، بھی جہاد کی تعریف میں آتا ہے۔ انسان کو اپنے نفس کے علاوہ ان دوسرے انسانوں کے مقابلے میں بھی کھڑے ہونا ہے جن کے نظریات، رجحانات، اصول اخلاق، رسم و رواج، طرز تمدن اور قوانین معیشت، معاشرت و سیاست دین حق سے متصادم ہوں۔ اسے ایسی حکومتوں سے بھی لڑنا ہے جو آمرانہ حکمرانی کی قائل ہوں اور جنہیں عوام کی بہبود سے کوئی غرض نہ ہو۔ یہ جہاد ایک دو دن کا نہیں عمر بھر کا اور ہر لمحہ کا ہے اور زندگی کے ہر میدان میں ہے۔ ''جہاد'' سے مراد عدل و انصاف کے قیام کے لئے نصیحت، تلقین اور انفاق کے ذریعے پر امن جدوجہد کرنا بھی ہے، اور ایک مبنی برحق نظام کو ضعف پہنچانے کی غرض سے حملہ آور ہونے والی قوتوں سے تحفظ کے لئے جنگ کرنا اور اس کے مالی و جانی قربانی دینا بھی ہے۔

مذہبی پیشواؤں نے جہاد کے اس حقیقی تصور کو نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سے علیحدہ کر کے ثانوی حیثیت دے دی ہے حالانکہ اسے انسانی زندگی میں اولیت حاصل ہے۔ معاشرے کی ایسی حالت کو ختم کرنا جس میں انسانوں پر انسانوں کی فرمانروائی قائم ہو، ایک سچے انسان کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔

MashalBooks.org

9-امن اور جمہوریت:

کسی بھی ترقیاتی عمل کی کامیابی پیش رفت کے لئے ایک ملک میں دو باتوں کا اہتمام ضروری ہے۔ ایک پر امن فضا اور دوسری جمہوریت۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ایک کے بغیر دوسرے کا قیام ممکن نہیں۔ امن کے قیام کے لئے ضروری ہے کہ اس کی بنیادی مذہبی رواداری اور افہام وتفہیم پر رکھی جائے۔ ہر مسئلہ کا حل ہر قسم کے تعصب کے بالا ہو کر اور باہمی گفت وشنید کے ذریعے کیا جائے نہ کہ زور زبردستی، ظلم وتشدد اور ریاستی جبر کے ذریعے۔ اختلافات کو دور کرنے کے لئے تشدد سے بہر حال گریز کرنا چاہیے۔ جمہوریت کے بارے میں یہ بات قطعی طور پر واضح ہونی چاہیے کہ کسی ملک کے نظام کو جمہوری اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا جب تک اس کی قیادت عوام میں سے ان کے اپنے نمائندوں کے ہاتھوں میں نہ ہو، عوام کسی مخصوص طبقے کے معاشی استحصال کا شکار نہ ہوں، الیکشن غیر جانبدارانہ، منصفانہ اور شفاف ہوں، حکومتی اختیار عوام کو مقامی سطح تک منتقل ہو اور جو رقم عوام اور خواص سے بطور ٹیکس وصول کی جاتی ہے اس کا پورا پورا حساب دیا جائے اور اس کا کوئی حصہ حکمرانوں کی ٹھاٹھ باٹھ پر اور دیگر غیر ترقیاتی اخراجات پر صرف نہ کیا جائے۔ یاد رہے کہ جمہوریت کا سرچشمہ حاکمانہ اختیار (authority) نہیں بلکہ باہمی مشاورات اور حیرت فکر ہے۔ نیز جمہوریت کے فروغ کے لئے ضروری ہے کہ درمیانہ اور نچلے طبقوں کے لوگوں، جو ملک میں اکثریت میں ہوتے ہیں، میں قائدانہ صلاحیت ابھاری جائے اور انہیں سائنسی اور فنی تعلیم کی زیادہ سے زیادہ سہولتیں بہم پہنچانے کی جہالت کی تاریکی سے نکالا جائے۔ کسی اجارہ دار اقلیتی گروہ کی طرف سے ریاستی اقتدار پر قبضہ کرنے کی کوشش کا صرف اسی طرح کامیاب مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی ملک کا ریاستی نظام ان امور کا اہتمام کئے بغیر عوام کے حق میں مفید اور بارآور نہیں ہوسکتا۔

امن اور جمہوریت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ان کے قیام کی دعوت کو آگے بڑھانا اہل مغرب اور اہل مشرق دونوں کی باہمی ضرورت ہے، بلکہ پوری انسانیت کی بہتری اسی میں مضمر ہے۔

MashalBooks.org

10-انسان دوستی:

انسانی وقار کا تحفظ کسی بھی معاشرے کی ترقی کے لئے بنیادی اینٹ کی حیثیت رکھتا ہے ہر انسان، اس کا تعلق خواہ کسی نسل، مذہب یا گروہ سے ہو، بنیادی حقوق کے اعتبار سے مساوی حیثیت رکھتا ہے، اور یہ حیثیت مرد و زن دونوں کی ہے۔ دنیاوی زندگی کی صحیح تنظیم، اس کے تمام معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ثقافتی اداروں کی مثبت انداز میں ترقی و بارآوری اور قوم کے افراد کی خوشحالی کا انحصار اس پر ہے کہ وہ ہر قسم کے تعصب (خصوصاً مذہبی تعصب) کی جکڑ بندیوں سے آزاد ہو، اس میں اختلاف رائے کی برداشت کا مادہ موجود ہو اور وہ کسی بھی مسئلے میں اختلافات کو متشددانہ رویہ کی بجائے گفت وشنید اور افہام و تفہیم کے ذریعے رفع کرنے کا قائل ہو اور دوسروں کو اپنی رائے پر قائم رہنے کا حق دینے کے لئے ذہنی طور پر تیار رہے۔ انسانی زندگی میں اس طرح کا رویہ اختیار کرنے سے انسانوں کے درمیان ایک دوسرے سے ہمدردانہ تعلق، بھائی چارہ اور مشترکہ کوششوں سے اپنے معاشرے کو بہتر سے بہتر بنانے کا داعیہ پیدا ہوتا ہے۔ ایسے افراد ایک دوسرے کا حق مارنے اور انہیں رنج پہنچانے کا سوچ بھی نہیں سکتے بلکہ آپس میں محبت پیار سے رہنا ان کا وطیرہ بن جاتا ہے۔ چنانچہ ''انسان دوستی'' کا نظریہ ایک رہنما اصول کی حیثیت سے زندگی بھر انسانوں کی رہنمائی کرتا رہتا ہے اور انہیں پرسکون، پرامن اور بھرپور زندگی گزارنے کے قابل بنا دیتا ہے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

انقلابی تحریکیں اور مذاہب

جب ہم انقلاب یا انقلابی تحریک کے الفاظ استعمال کرتے ہیں تو ان کے معانی بھی ہم پر واضح ہونے چاہئیں۔ انسانی معاشرے میں کسی بڑی تبدیلی کو انقلاب کہا جاتا ہے اور جس اجتماعی عمل کے ذریعے یہ انقلاب لایا جاتا ہے اسے انقلابی تحریک کا نام دیا جاتا ہے۔ ویسے تو ہماری یہ دنیا اور اس میں موجود انسانی معاشرے ہمہ وقت تبدیلی کے عمل سے گزر رہے ہوتے ہیں۔ انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ اپنے سابقہ عمل کے نتیجے میں انسان جہاں تک پہنچتا ہے کچھ عرصہ بعد وہ اس حالت سے غیر مطمئن ہو جاتا ہے اور اسے بہتر بنانے کے لئے عمل تازہ شروع کر دیتا ہے اور معاشرے کے دوسرے لوگوں کے تعاون سے نئی ایجادات پر مبنی اجتماعی عمل کے ذریعے پہلے سے بہتر حالات اور ماحول پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ تو ایک سیدھا سادہ فطری عمل ہے جو اپنی جگہ جاری رہتا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسانی معاشرے میں ایسے عناصر بھی موجود ہوتے ہیں جو معاشرتی بہتری کے لئے مثبت عمل کرنے کے بجائے اپنے لئے اپنے حق سے زائد حاصل کرنے میں لگ جاتے ہیں اور اس دوران دوسروں کے حقوق کو پامال کرتے رہتے ہیں..... ان عناصر کی کارروائیوں کی وجہ سے معاشرہ، جو دراصل مساوی حقوق اور یک دوسرے یک بہتری کے لئے سرگرم ہونے کے لئے قائم کیا گیا تھا، باہم متصادم طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے اور اس کے افراد ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے کام کرنے کے بجائے ایک دوسرے کو نقصان پہنچانے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ عمل جب بہت آگے بڑھ جاتا ہے، اور ملک کے ذرائع پیداوار کے چند ہاتھوں میں مرتکز ہو جانے کی وجہ سے لوگوں کی بہت بڑی اکثریت ایک حقیر اقلیت کے ہاتھوں محرومیت اور ظلم و نا انصافی کا شکار بن جاتی ہے، تو وہ وقت انقلاب کے لئے سازگار ہوتا ہے اور ایک انقلابی تحریک کے جنم لینے اور پروان چڑھنے کا

MashalBooks.org

وقت آ جاتا ہے۔

یہ انقلاب دو طرح کے ہوتے ہیں ایک ''پرامن انقلاب'' اور دوسرا ''خونی انقلاب''۔ اگر اس وقت معاشرے میں شرح خواندگی وافر ہو اور علم کے فروغ کے مواقع زیادہ ہوں تو انقلاب یعنی تبدیلی نظام (Change of system) کے امکانات ''پرامن انقلاب'' کے ذریعے روشن ہو جاتے ہیں۔ لیکن اگر اجارہ دار عناصر کی سیاسی اور معاشی گرفت مضبوط ہو اور وہ عوام کی اکثریت کو تعلیم اور سیاسی شعور کی دولت سے محروم رکھنے میں کامیاب رہے ہوں تو پھر لامحالہ ''خونی انقلاب'' کا راستہ ہموار ہو جاتا ہے۔

چنانچہ مفاد پرست عناصر کے منفی معاشرتی عمل کے نتیجے میں دونوں طرح کے انقلابی تحریکیں دنیا کے مختلف گوشوں میں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں اور ایسی تحریکوں نے عظیم لیڈروں وجنم دیا ہے جو انسان دوست تھے اور جنہوں نے طاقتور ظالم انسانوں کے ظلم وستم سے مظلوم و لاچار اور کمزور انسانوں کو تحفظ دیا اور ان کے لئے ترقی وخوشحالی کی راہیں کھولنے کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ ان عظیم لوگوں کے علاوہ تمام انبیاء کی دعوت کا محور بھی انسانی زندگی اور انسانوں کی اجتماعی حیثیت میں بہتر تبدیلی لا رہا ہے۔

ایسی انقلابی تحریکوں کا راستہ روکنے اور انہیں ناکام بنانے کے لئے مفاد پرست اجارہ دار عناصر مختلف حربے استعمال کرتے ہیں۔ یہ طرز عمل آج کا نہیں صدیوں پر محیط ہے۔ ان عناصر نے ایک مقتدر تکون بنا رکھی ہے جس کے ذریعے ان کا آپس میں گہرا رابطہ اور اعتماد کی کیفیت (understanding) رہتی ہے۔ یہ اجارہ دار قوتیں تین عناصر پر مشتمل ہیں۔ اول اقتدار پر قابض مطلق العنان ڈاکٹیٹر، دوئم ملکی سرمایہ پر قابض مخصوص سرماہ دار، اور سوئم آمروں اور سرمایہ داروں کے ساتھ عوام کو زیر دست رکھنے کی سازش میں شریک مذہبی پیشوا۔ یہ سکون حضرت موسیٰ کے زمانے میں فرعون، قارون اور ہامان کے درمیان قائم تھی اور یہ غیر جمہوری حکومتوں میں آج بھی قائم ہے۔ یہ تینوں عناصر عوام کو بے خبر، بے اختیار اور سیاسی شعور سے عاری اور معاشی طور پر بد حال رکھنے کے لئے جس حربے کو سب سے زیادہ استعمال کرتے ہیں وہ مذہب کا حربہ ہے۔ اس کے ذریعے وہ اپنے آپ کو اس دنیا میں خدا کے نمائندے کی حیثیت دیتے ہیں اور انہیں ماورائی طاقتوں اور خود اپنی ظالمانہ

MashalBooks.org

قوت سے ڈرانے اور متشددانہ کارروائیوں کے ذریعے دبائے رکھنے، کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ عوام کے تعلیمی معیار اور معیار زندگی کے بہتر بنانے میں مسلسل رکاوٹ بنے رہتے ہیں۔ وہ عوام میں خود اعتمادی اور سیاسی شعور کو ان کی شخصی اور اجتماعی قوت کی شکل میں ابھرنے سے روکنے کے لئے مذہب کے غلط تصور کو استعمال کرتے ہیں۔ یہ ظلم و جبر اور مکروفریب جب ایک حد سے آگے بڑھ جاتا ہے تو انقلاب، وہ پر امن ہو یا خونی، کا راستہ کھل جانا ایک قدرتی امر ہے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

مذہب کا مروجہ تصور انسانی تہذیب و ثقافت کے فروغ کی راہ میں حائل ہے

تہذیب و ثقافت انسانوں کے مثبت بنیادوں پر کئے جانے والے انفرادی و اجتماعی عمل کے اثرات کو کہتے ہیں جو انسانی زندگی پر پڑتے ہیں۔ یہ تہذیب و ثقافت کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ ''ثقافت'' مختلف مملاک کے مخصوص حالات میں کئے جانے والے مختلف انداز کے فنی، اخلاقی، روحانی اور ترقیاتی کاموں کے امتزاج سے ابھرنے والے نقش کو کہتے ہیں۔ اس نقش کو ابھارنے میں انسانوں کے لطیف جذبات، اچھے اعتقادات اور انسانی زندگی میں خوشیاں بکھیرنے اور سکون بخشنے والے عمل کا بہت حصہ ہے۔ چنانچہ ثقافت انفرادی اور اجتماعی اعمال کے مجموعے کا نام ہے جو سوسائٹی کو بہتر سے بہتر بنانے کے لئے ایک اچھی قیادت کے ذریعے عوام کے تعاون سے کئے جاتے ہیں۔ ایسی قیادت اس بات کا اہتمام کرتی ہے کہ لوگوں کی نظریاتی سطح بلند ہو، ان کی فہم و فراست اعلیٰ درجہ کی ہو، ان کا تعلیمی معیار بہتر ہو، معاشرے میں معاشی تفاوت کم سے کم ہو، عام لوگوں کا معیار زندگی ایک مناسب حد سے کم نہ ہو، بنیادی ضروریات زندگی ہر ایک کو میسر ہوں اور ذرائع پیداوار پر مخصوص طبقوں کی اجارہ داری نہ ہو۔

یہاں ہم ''قومی ثقافت'' اور ''انسانی ثقافت'' کا فرق بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ قومی ثقافت اس ثقافت کو کہتے ہیں جو ایک ملک میں بسنے والے مختلف نسلی، لسانی اور مذہبی گروہوں پر مشتمل ایک قوم کے ایسے عمل سے تشکیل پاتی ہے جو ہر قسم کے تعصّبات سے پاک ہوتی ہے اور جس کا رخ معاشرے کی تعمیر و ترقی اور اس میں امن و بھائی چارہ کو فروغ دینے کی طرف ہوتا ہے۔ اس طرح قومی ثقافت اس ملک میں بسنے والے نسلی، لسانی اور

MashalBooks.org

مذہبی گروہوں کی اپنی ثقافتوں کے باہمی امتزاج سے ترتیب پاتی ہے۔

'' انسانی ثقافت'' مختلف قومی ثقافتوں کے مزید امتزاج سے، اور قومی تعصّبات سے بلند ہو کر، انسانی وحدت کے شعور و احساس اور انسانی رشتے کے خالص جذبے کے ساتھ پروان چڑھتی ہے اور انسانی بھائی چارہ کے جذبے کو جنم دیتی ہے۔ اس طرح انسانی جذبوں کے احترام کے بل پر ایک ایسی انسانی ثقافت وجود میں آتی ہے جو انسانوں کے درمیان محبت و آشتی، تعاون و اشتراک خوشیاں، خوبصورتی اور خوشبو بکھیرنے کا ذریعہ بنتی ہے۔ ایسی ثقافت کی موجودگی میں اور ایک اچھی حکومت کے تعاون سے یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ معاشرے میں علمی ترقی ہو، خوشحالی آئے، ہر خاندان کے لئے رہنے کے لئے مکان ہو، غربت و افلاس کا خاتمہ ہو، بے روزگاری نہ ہو، معاشی اونچ نیچ کم سے کم ہو، اجارہ داریاں نہ ہوں، خواتین کو مردوں کے برابر حقوق حاصل ہوں اور ہر ایک کو ترقی کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔

تہذیب و ثقافت کے فروغ میں سب سے بڑی دو رکاوٹیں ہیں۔ ایک جاگیرداری و سرمایہ داری نظام اور دوسرا مذہبی اجارہ داری کا نظام۔ ان دونوں رکاوٹوں کو دور کئے بغیر ثقافت کا نام لینا ایک بیکار مشغلہ ہے۔ مذہب کے نام پر اجارہ داریاں قائم کرنا مخصوص معاشی مفادات رکھنے والوں اور اقتدار کا کھیل (Power game) کھیلنے والوں کی ضرورت ہے۔ مذہبی اشرافیہ کے ذریعے عوام کو سیاسی شعور سے عاری اور علم سے بے بہرہ رکھنے میں مدد ملتی ہے اور عوام میں حریت فکر اور اپنے مسائل حل کرنے کے لئے خود آگے بڑھنے کی صلاحیت میں کمی واقع ہوتی ہے جس کے نتیجے میں وہ آمرانہ ذہن رکھنے والے حکمرانوں کے آگے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ مذاہب ایجاد کرنے والوں نے مذہب کا جو تصور قائم کیا ہے وہ زندگی کے حقائق سے منہ چھپانے اور معاشرے کی تعمیر میں محنت کرنے سے جی چرانے کے لئے ہے۔ مذہب کا یہ تصور انہوں نے جن نبیوں کے حوالے سے ترتیب دیا ہے وہ اپنے اپنے مذاہب نہیں لائے تھے۔ بلکہ انہوں نے تو انسانوں کو زندگی کامیابی سے گزارنے کے لئے ایک سیدھا راستہ دکھایا تھا، حقیقت پر مبنی ایک راستہ۔ وہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات جس میں ہم زندگی گزار رہے ہیں ایک ماہر خالق کی صناعی ہے۔ وہ ایسا خالق

MashalBooks.org

ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اس کے سوا کائنات کا کوئی مالک نہیں۔ وہی ہے جو کائنات کی تمام مخلوق کے رزق کا اہتمام کرنے والا اور ان کی پرورش کرنے والا ہے۔ اس نے اس کائنات اور اس میں موجود تمام دنیاؤں اور اشیاؤ کو بعض قوانین کا پابند کر دیا ہے اور وہ ان سے ذرہ برابر بھی ہٹ نہیں سکتیں۔ اس کائنات میں موجود سیاروں میں سے ایک سیارے میں جو کہ زمین ہے اس نے جو انسانی مخلوق پیدا کی ہے وہ اس کی شاہکار تخلیق ہے جس کے ذریعے وہ اپنی قدرت کاملہ کا خصوص اظہار کر رہا ہے۔ انسان کے کی فطرت میں خالق نے ایسی صلاحیتیں رکھ دی ہیں جن کے شعوری استعمال کے ذریعے وہ بالآخر ایک ایسی دنیا تعمیر کرے گا جس میں امن وسکون ہو گا، ایک دوسرے کے لئے محبت اور خیر خواہی ہو گی اور نفرت، بیر اور بدخواہی نام کو بھی نہ ہو گی۔ یہی منشائے خالق ہے، اور یہی انسان کا متہائے مقصود ہے۔

چنانچہ اللہ کے تمام فرستادوں نے یہی ایک حقیقت انسانوں کو سمجھانے اور اس پر انہیں اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔ اس کام میں مختلف ادوار میں کامیابی یا ناکامی یا جزوی کامیابی ایک علیحدہ معاملہ ہے جس پر گفتگو کرنے کا یہ موقع نہیں، لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ تمام انبیاء نے خالق کائنات اور انسان کے مابین حقیقی تعلق اور خالق کے بنائے ہوئے قوانین حیات کو بیان کیا تا کہ انسان اپنے سابقہ اور موجودہ دور سے آنے والے دور میں زیادہ بہتر مستقبل کی طرف رواں دواں ہو سکے۔ آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس حقیقت کو سمجھتے ہوئے زندگی کو آگے بڑھانے سے کس قدر گراں بہا ثقافت پروان چڑھ سکتی ہے۔

لیکن انہیں قوانین قدرت میں سے ایک قانون یہ بھی ہے کہ کسی انسان کو زبردستی کسی خیال یا راہ کا پابند نہیں بنایا جائے گا اور اسے زندگی کی مختلف راہوں میں سے کسی راہ کو اپنی آزاد مرضی سے اختیار کرنے کا مکمل اختیار ہو گا۔ دنیا میں مختلف انسان مختلف راستے اختیار کرتے رہے ہیں اور اس طرح زندگی کی نیرنگیوں میں اضافہ ہوتا رہا ہے۔ یہی مختلف راستے اور ان پر چلنے کے نتیجے میں مختلف نتائج انسانوں کے سامنے چیلنج کی صورت میں آتے رہے ہیں۔ انہی تضادات کی مابین کشمکش کے نتیجے میں تمدن کو فروغ ملتا ہے اور انسان پیہم ترقی کے راستے پر گامزن رہتا ہے۔

MashalBooks.org

ہمارے لئے اس بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ کس طرح رسولوں کے بعض مخلص پیروکاروں نے ان سے اپنی عقیدت میں علو کر کے اور ساتھ ہی ساتھ بعض مفاد پرست بااثر افراد نے جو ہوا رخ دیکھ کر یا اہل ایمان کی کامیابی سے مرعوب ہو کر وقتی طور پر اپنے کفر کو دبا گئے تھے رسولوں کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد ان کے بتائے ہوئے دین (راستے) میں تحریف کر کے، نئے مذاہب کی بنیاد ڈال دی۔ یہ مذاہب محض رسوم اور ظاہری عبادات پر مبنی تھے اور باطل کے مقابلے میں حق اور ظالم کے مقابلے میں مظلوم کی تائید سے عاری تھے۔ مذہب کے بارے میں اس حقیقت کو جان لینے کے بعد، اور یہ سمجھ لینے کے بعد کہ اس طریقے سے ہٹنے والے ''خود ساختہ مذاہب'' میں زبردستی کوئی اصلاح کرنا ممکن نہیں ہے۔ مذہبی رواداری کا راستہ ہی ایک ایسا راستہ ہے جس سے مذہبی اختلافات کو کم کیا جا سکتا ہے یا نہیں اپنی حدود میں رکھا جا سکتا ہے اور انسانوں کے درمیان باہمی محبت و یگانگت کو فروغ دے کر ہی انسان ایک بہترین ثقافت اور تہذیب تشکیل دے سکتا ہے۔ مذہبی رواداری کا یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر انسانی زندگی میں تشدد، قتل و غارت گری اور تباہی لانے والی جنگوں سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

مذہبی عدم رواداری کے منفی نتائج

اب ہم اس امر کا جائزہ لیتے ہیں کہ مذہبی عدم رواداری کے راستے پر چلنے سے ہم کن نقصانات سے دو چار ہوتے ہیں اور مذہبی رواداری کے راستے پر گامزن ہو کر ہم کیا فوائد حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک انسانی یگانگت کے راستے سے ہٹ کر نسلی و لسانی تعصّبات اور مذہبی وفرقہ وارانہ تعصّبات کی بنیاد پر عدم رواداری کی راہ پر چلنے سے معاشرے پر مندرجہ ذیل منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں:

1-فرقہ واریت، توہم پرستی اور فرسودہ روایات کی تقلید میں اضافہ

فرقہ واریت، مذہب ہی کی پیداوار ہے۔ یہ فرقے زیادہ تر عبادات اور نجی زندگی کے مسائل کے بارے میں اختلافی نقطہ نظر کی بنیاد پر بنے ہیں۔ زندگی کے معاش، سیاست اور معاشرت کے اہم مسائل کے بارے میں انہیں کوئی سروکار نہیں۔ ان کا تعلق زیادہ تر غیر اہم امور سے ہے جو زندگی پر اثر انداز نہیں ہوئے۔ اجتماعی عمل کو سنوارنے میں ان کا کوئی عمل دخل نہیں۔

مذہبی عدم رواداری دراصل زندگی کے حقائق کے بجائے وہم و خیال کو اہمیت دینے اور تعصّبات کو جنم دینے سے پیدا ہوتی ہے..... مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو توہمات اور تعصّبات کو فروغ دینے والی منفی سوچ سے رہائی دلائی جائے۔

ماضی کی اچھی روایات حال اور مستقبل کی زندگی کی بہتری کے لئے ایک سرمایہ ہیں جس سے ہم مدد لے سکتے ہیں لیکن فرسودہ روایات کی تقلید سے معاشرتی ترقی میں رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں۔ انسانی زندگی ایک مسلسل عمل ہے جس کی حرکت پیچھے کی طرف نہیں بلکہ آگے کی جانب ہے اور اس میں ترقی نت نئی ایجادات کے صحیح استعمال پر مبنی ہے۔ فرسودہ روایات سے چمٹے رہنے سے ترقی کی رفتار تیز نہیں ہو سکتی۔

MashalBooks.org

2-جہالت اور غربت میں اضافہ

مذہبی رواداری پر عمل کے لئے ضروری ہے کہ انسان کا ذہن کشادہ ہو، انسان میں صبر، برداشت اور رواداری کا مادہ ہو، وہ علم اور شعور کے زیور سے آراستہ ہو اور اسے بنیادی ضروریات زندگی حاصل ہوں۔ غربت اور تعلیم سے محرومی انسان کو بے حوصلہ اور تنگ نظر بنا دیتی ہے۔ اس کی طبیعت منفی عمل کی طرف مائل رہتی ہے اور وہ علم کی کمی اور معاشی تنگی کی بناء پر مثبت اقدامات، جرات اور ہمت کے فقدان کی وجہ سے مثبت اقدامات نہیں کر پاتا۔

3-عدالتی انصاف میں رکاوٹ

ایک فرد کے ذہن میں اگر یہ بات واضح ہے کہ تمام انسان مساوی حیثیت اور حقوق رکھتے ہیں اور قومی سیاست میں حصہ لینے اور قومی معیشت سے فائدہ اٹھانے کا ہر ایک کو، خواہ وہ کسی بھی مذہب یا لسانی و نسلی گروہ سے تعلق رکھتا ہو، برابر کا حق ہے تو پھر وہ ایک دوسرے کے خلاف کسی ایسے تعصب میں مبتلا نہیں ہو سکتا جس سے دوسروں سے معاشرتی تعلقات میں کوئی خرابی پیدا ہو۔ بصورت دیگر عدالتوں میں بھی مذہبی عدم رواداری کی بنیاد پر مقدمات کی بھرمار ہو گی اور عدلیہ کے ارکان تک متاثر ہوں گے اور وہ مذہبی عدم رواداری کا شکار ہو کر انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر پائیں گے۔ پاکستان میں شرعی عدالتوں کا قیام ایک باقاعدہ عدالتی نظام کی موجودگی میں اسی مذہبی عدم رواداری کا شاخسانہ ہے۔

4-جاگیرداری اور طبقاتی نظام کا تسلط

جاگیرداری نظام، طبقاتی نظام کو جنم دیتا ہے جس کے تحت قوم کی اکثریت میں سیاسی شعور، تعلیمی اور علمی استعداد، معاشی خود کفالت، خود اعتمادی اور جذبہ تعمیر کا فقدان ہو جاتا ہے۔ اور ان وجوہ سے وہ قومی تعمیر کے کاموں میں کماحقہ حصہ نہیں لے پاتے۔ جاگیردار اپنی ضرورت کے تحت مختلف تعصّبات اور فرسودہ روایات کو قائم ہوں گی مذہبی عدم رواداری کا رویہ قائم رہے گا اور وہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کو خراب کرنے میں اپنا کردار ادا کرتی رہیں گی۔ اس لئے جاگیرداری کا خاتمہ ملک اور قوم کی بہتری اور ترقی کے لئے ناگزیر ہے۔ مذہبی رواداری اور انسانی بھائی چارہ اس سے چھٹکارا حاصل کئے بغیر فروغ

MashalBooks.org

نہیں پا سکتا۔

5-معاشی عدم توازن اور معاشرتی نابرابری

جس ملک میں معاشی عدم توازن اور معاشرتی نابرابری ہو گی اس میں مذہبی عدم رواداری ہونا لازمی امر ہے۔ ظاہر ہے جہاں زیادہ اہمیت جائز و ناجائز ہر طریقے سے دوسروں کا حق مار کر دولت کے انبار لگانے کو حاصل ہو گی اور انسانی رشتوں کو برابر اور باہمی تعاون کے ذریعے محبت اور یگانگت کی بنیاد پر استوار نہیں کیا جائے گا متعصّبانہ اور دیگر منفی رویوں کا بڑھنا اور ان کے ذریعے معاشرے کو نقصان پہنچانا گزیر ہے۔

6-اجارہ دار عناصر کی قوت میں اضافہ اور مظلوم عوام کی قوت میں کمی

اگر مختلف تعصّبات کی بنیاد پر معاشرے میں تفریق اور تقسیم رک جائے تو آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس کے نتیجے میں عوام کی قوت میں کس قدر اضافہ ہو سکتا ہے۔ اجارہ جار عناصر یہی تو نہیں چاہتے کہ عوام کی قوت میں اضافہ ہو اور ان معاشی حالت بہتر ہو۔ اگر ایسا ہو جائے تو اجارہ دار عناصر اپنا مفاد کیسے حاصل کر سکیں گے۔ اس لئے وہ مختلف حیلوں بہانوں سے عوام کی علمی، معاشی اور سیاسی ضرورت پوری ہونے کی راہ میں حائل ہوتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ان کا سب سے کارگر حربہ مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصّبات کو ہوا دینا ہے۔ ان کے اس حربے کو ناکارہ بنانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ مذہبی عدم رواداری کے خلاف نظریاتی، علمی اور سیاسی سطح پر بھرپور مہم چلائی جائے۔

7-انسانوں اور قوموں کے مابین عدم اتحاد

مذہبی عدم رواداری کا ذہنوں میں سرایت کر جانا انسانوں اور قوموں کے مابین عدم اتحاد کا ایک اہم سبب ہے۔ انسانوں اور قوموں میں آپس کا اتحاد اور قربت اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ اپنے معاملات اور تعلقات مختلف مذہبی اکائیوں کی حیثیت سے نہیں بلکہ انسانی بنیادوں پر کریں۔ اس کے لئے ضروری ہو گا کہ ہم سب اپنے آپ کو ایک ہی خالق کی مخلوق کی حیثیت سے جانیں اور اس کی ہدایات کے مطابق ایک دوسرے سے تعلقات اخلاقی بنیادوں پر اور ایک دوسرے کی بھلائی کے عظیم مقصد کو

MashalBooks.org

سامنے رکھ کر کریں۔

8-انسانی زندگی میں تشدد اور قتل و غارت گری میں اضافہ

اگر انسانی بنیاد پر مذہبی عدم رواداری کو پس پشت ڈال کر زندگی کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی جائے گی تو اس میں یقیناً کامیابی ہو گی۔ لیکن مذہبی رواداری پورے اہتمام کے ساتھ اختیار نہیں کی جائے گی تو عدم برداشت سے بات آگے بڑھ کر انسانی زندگی میں تشدد اور قتل و غارت گری کے داخل ہو جانے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل تشدد اور کشت وخون کے جو واقعات ہم دیکھے رہے ہیں، اور شدید درجے کے لاء اینڈ آرڈر کے جو مسائل ملک کو درپیش ہیں، وہ بنیادی طور پر مذہبی عدم رواداری ہی کا نتیجہ ہیں۔

☆☆☆

MashalBooks.org

مذہبی رواداری کے مثبت نتائج

مذہبی رواداری، مذہبی عدم رواداری کے مقابلے میں تازہ ہوا کا ایسا جھونکا ہے جو اپنے ہمراہ لطیف خوشبو لئے ہوئے ہے اور جو زندگی بخشنے اور طمانیت دینے والا ہے۔ مذہبی رواداری کو اگر ہم اپنا شعار بنالیں تو ہمارے راستے کی بہت ساری رکاوٹیں دور ہو جاتی ہیں اور ترقی کی تمام منازل طے کرنے میں ہمیں آسانیاں فراہم ہو جاتی ہیں ذیل میں ایسے رویے سے مترتب ہونے والے چند فوائد بیان کئے جا رہے ہیں۔

1- برداشت اور بھائی چارہ میں اضافہ

مذہبی رواداری اور اس کے نتیجے میں حاصل ہونے والے انسانی بھائی چارہ سے امن، ترقی اور خوشحالی کے دروازے کھلتے ہیں، سیاسی عمل درست اور نتیجہ خیز ہوتا ہے، ملکی معاشیات درستگی اختیار کرتے ہیں، قومی اور عوامی قیادت غیر متعصب لوگوں کے ہاتھوں میں آجاتی ہے۔ ان تبدیلیوں سے حکمرانوں اور عوام میں اعتماد کا مضبوط رشتہ قائم ہو جاتا ہے اور ملک کے معاملات کو خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے لوگ کھلے دل سے ساتھ دیتے ہیں، اور ٹیکسوں کو بھی خوش دلی سے ادا کرتے ہیں۔

2- جارحانہ رویوں میں کمی اور باہمی تعاون و اشتراک میں اضافہ

مذہبی رواداری برتنے میں معاشرے میں جارحانہ رویوں میں کمی واقع ہوتی ہے اور باہمی تعاون و اشتراک میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سے اجتماعی سطح پر معاشی ترقی میں اضافہ اور سماجی رشتوں میں بہتری آجاتی ہے۔ ملک کی سیاست بھی باہمی جھگڑوں اور اکھاڑ پچھاڑ کی نذر ہو جانے کے بجائے بہتری کی جانب بڑھتی ہے اور حکومت اور اپوزیشن کے مابین صحیح کاموں میں تعاون سے مثبت نتائج سامنے آتے ہیں۔

MashalBooks.org

3-افہام وتفہیم کے ذریعے اختلافات کا حل

اس وقت ہم دیکھ رہے ہیں کہ معمولی اختلافات بھی ہمیں آپس میں لڑائی جھگڑے کی طرف لے جاتے ہیں اور دست وگریباں ہونے تک نوبت آجاتی ہے۔اس کے برعکس ترقی یافتہ ممالک عین حالت جنگ میں بھی گفت وشنید کے دروازے کھلے رکھتے ہیں۔ آنے والے دور میں ہماری کوشش یہ ہونی چاہیے کہ آپس کی لڑائی اور ہمسایوں سے جنگ کی نوبت ہی نہ آنے دیں۔ اس کو ممکن بنانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم سنگین سے سنگین اختلافات کو حل کرنے کے لئے گفت وشنید(dialogue) کی راہ کو مستقل طور پر اپنائیں، مذہبی اختلافات کو حل کرنے اور انہیں کم سے کم مضرت رساں بنانے کے لئے ہمیں مذہبی رواداری کو ایک مستقل اصول اور طریق کار کے طور پر اپنانا ہوگا۔ اگر ہم مستقل مزاجی سے مذہبی رواداری کے اصول کو اختیار کرلیں تو اس سے ہماری شخصی اور اجتماعی زندگی میں تناؤ ختم ہو جائے گا اور ہم پرسکون انداز میں اپنے روزمرہ کے کاموں اور اجتماعی فرائض کو نمٹا سکیں گے۔

4-ثقافت کا خوشگوار فروغ

مذہبی رواداری کا رویہ اپنائے بغیر قومی ثقافت کا فروغ ممکن نہیں ہے۔ مذہبی رواداری قوم کو مضبوط بنانے میں مدد دیتی ہے اور مضبوط قوم ایک اچھی ثقافت کو جنم دیتی ہے۔ اس طرح مختلف قوموں کی مثبت طور پر تشکیل ہونے والی ثقافتیں مل کر ایک خوشگوار انسانی ثقافت کے پھلنے پھولنے میں مدد دیتی ہیں۔

5-علم اور سائنس وٹیکنالوجی کا فروغ

علم اور سائنس وٹیکنالوجی کا فروغ پر امن حالات میں ہی ہوسکتا ہے، ایسے حالات میں جہاں غیر ضروری اختلافات مثبت کاموں کے آگے بڑھنے میں رکاوٹ نہ بن سکیں اور لوگ پرسکون حالات میں باہمی تعاون سے علمی اور فنی ترقی کے لئے کام کرسکیں، مذہبی رواداری خوشگوار حالات پیدا کرنے میں یقیناً مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

MashalBooks.org

6-انسانی اتحاد اور مخلوق کی دیکھ بھال

انسانی مخلوق کی دیکھ بھال بہتر طور پر کرنے اور اس کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے میں مدد دینے کے لئے ضروری ہے کہ انسانی اتحاد کو زیادہ سے زیادہ ممکن العمل بنایا جائے۔ کیونکہ اس سے ایک ایسے معاشرے کی تعمیر کا راستہ نکلتا ہے جس میں کوئی اجارہ داری نہ ہو اور ہر شخص کو ترقی کرنے کے یکساں مواقع حاصل ہوں۔ ایسے معاشرے میں انسان کی ترقی و خوشحالی کے وافر مواقع میسر آ سکتے ہیں۔ مذہبی رواداری کو ایک طرز زندگی کے طور پر اپنانا ان کے مواقع کے ظہور کو ممکن بنانے کے لئے ضروری ہے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

انسانی اتحاد

موجودہ دور کی ضرورت ایسے افراد تیار کرنا ہے جو آپس میں مل جل کر اجتماعی زندگی کو ایسے انداز میں منظم کریں کہ انسانیت کے لئے امن اور اجتماعی نظام کے قیام کا باعث بن سکیں۔ دراصل ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ ناکارہ نظام ہائے زندگی کو نئے سرے سے ترتیب دیا جائے اور دنیا بھر میں عام لوگوں کے مفاد کے خلاف کام کرنے والے اجارہ دار عناصر کے استحصال سے محفوظ غیر طبقاتی معاشرہ قائم کیا جائے۔ بھوک، غربت، بیماری، جہالت، پسماندگی اور مظلومیت کو بہر حال ختم کیا جانا چاہیے اور اس کی جگہ نچلی سطح کے عوام کی جدوجہد کے ذریعے امن وسکون، مفید تعاون، معاشرتی ہم آہنگی اور سائنسی و تکنیکی ترقی حاصل ہونی چاہیے۔

یہ سب کچھ حاصل کرنے کے لئے ہمیں زندگی کے بارے میں غیر جذباتی، مثبت اور حقیقت پسندانہ رویہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ انسانی فطرت میں پیدائشی طور پر موجود استعداد کو بلند ترین سطح تک ترقی دی جا سکے اور انسانی عظمت کی اہمیت قائم ہو سکے۔ زمباوے کے پرائم منسٹر رابرٹ مگابے کے الفاظ ہیں۔ ''ہمیں تمام انسانوں کا احترام کرنا چاہیے خواہ ان کا تعلق کسی نسل یا رنگ سے ہو۔ انسانی زندگی اور اس کے احترام سے زیادہ اہم کوئی چیز نہیں ہے۔ ہمیں ایک آزاد معاشرہ قائم کرنے کے لئے جدوجہد کرنی چاہیے۔ جس میں تمام نقطہ ہائے نظر کے لوگ خواہان کا تعلق کسی رنگ، نسل یا عقیدہ سے ہو سماجی، معاشی اور سیاسی زندگی میں تمام سطحوں پر شرکت کر سکیں۔''

فرد کی ثقافتی، سائنسی اور تکنیکی ترقی سوسائٹی کی معاشرتی نشوونما (یعنی انسان کی انسانوں کے ہاتھوں ترقی) اور دنیا میں امن کا قیام (یعنی انسانوں کے مابین امن کا قیام) اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ انسانی معاملات (مقامی اور ریاستی انتظام) کی بجا آوری

MashalBooks.org

دیانتدار، محنتی اور پختہ شخصیتوں کے ہاتھوں میں ہو جو کہ موثر طور پر قائدین کا کردار ادا کر سکیں۔ یہ بات ہمیں واضح طور پر سمجھنی چاہیے کہ زندگی کے مصائب غربت، جہالت، بیماری، ظلم و انصافی سے نجات انسانوں کی معاشی بہتری اور ان کے اخلاقی و روحانی بلندی، افراد کی طرف سے ان کی اجتماعی ذمہ داریوں کی واجبی ادائیگی، ان کی سیاسی شعور کی نشوونما اور معاشرہ کی درست تنظیم انسانی وجود کا مقصد اور محور ہے۔ ان امور میں کامیابی صرف اسی صورت میں ممکن ہے جب کہ معاشرتی ڈھانچے کی ہر سطح پر لوگوں کے سامنے پوری طرح جوابدہ سمجھنے والی اچھی قیادت ابھارنے کی سنجیدہ کوششیں کی جائیں۔

دنیا کے موجودہ معاشرے جہالت، مراجعت، لالچ اور عوام کے احتصال کی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اس لئے ان مسائل کے بارے میں ایک حقیقت پسندانہ رویہ ہی انسانیت کو اس اندوہناک صورت حال سے باہر نکال سکتا ہے۔ جب ہم نوع انسانی کی فلاح و بہبود کے بارے میں گفتگو کرتے ہیں تو سب سے پہلے ہمیں زندگی کے معنی، اس کی اہمیت اور مقصد پر غور کرنا ہوگا۔ پھر کائنات اور دنیا کے بارے میں، جس میں ہم رہتے ہیں، ہمیں اپنے ادراک کو درست کرنا ہوگا۔ دنیا کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ہوگا اور اس ذہنی وفکری عمل کی روشنی میں اپنے معاشرے میں اپنے کردار کا تعین کرنا ہوگا۔ یہ طرز عمل ظاہر ہے کہ ہمیں اس غرض کے لئے اپنانا ہوگا کہ قومی تعمیر کا واضح مقصد سامنے رکھ کر اپنی معاشرتی، ثقافتی اور سیاسی کارکردگی کا معیار بہتر بنایا جائے اور ساتھ ہی ساتھ انسانی اتحاد اور عالمی امن کے لئے کام کیا جائے۔

قومی تعمیر، انسانی اتحاد اور عالمی امن کے سہ چند مقاصد کی تکمیل میں کئی رکاوٹیں ہیں۔ وہ رکاوٹیں یہ ہیں۔ (1) خدا کے بارے میں یقین میں کمی (2) قوانین قدرت کے بارے میں فہم میں کمی (3) مقصد زندگی کو سمجھنے میں کوتاہی (4) اپنے اعمال کے احتساب کے بارے میں فکر مندی میں کمی (5) مذہبی رواداری میں کمی جو دین اور مذہب کے متضاد تصورات کے درمیان فرق کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہے (6) رائج طبقاتی معاشرتی نظام کو بدلنے کے لئے جاری ہونے والی کسی جدوجہد میں عدم شرکت (7) ذاتی شان وشوکت کے لئے ناپاک طریقوں سے دولت کے ڈھیر لگانے کی خواہش اور اجتماعی بہتری کے لئے خرچ نہ کرنے

MashalBooks.org

کے لئے قوت ارادی میں کمی۔ ان رکاوٹوں کے بارے میں فہم کے حصول کے لئے ہمیں ان رکاوٹوں کا گہرائی میں مطالعہ کرنا ہوگا۔

خدا پر ایمان اور مقصد زندگی

خدا تمام انسانوں کا ہے۔ وہ خاص طور پر کسی مذہبی گروہ یا انسانیت کے کسی حصہ کا خدا نہیں۔ خدا سے محبت کے معنی عملاً انسانوں سے محبت کے ہیں یعنی ایک دوسرے کے کام آنا۔ یہ تصور ایک انسان کے اندر اور معاشرہ کی مساخت میں بنیادی تبدیلی لانا ہے۔ زندگی کے بارے میں سوچ کا یہ ایک بالکل نیا انداز ہے، اور یہ ایک نیا اور بہتر انداز زندگی فراہم کرتا ہے۔ ایسی سوچ ہماری زندگی کے بارے میں گہری سمجھ عطا کرتی ہے اور اس میں یکسانیت، جامعیت اور مقصدیت پیدا کرتی ہے۔ اگر ہم واقعی خدا (اپنے خالق اور پروردگار) سے سچی محبت کرتے ہیں تو ہم یقیناً ایک دوسرے انسانوں سے محبت کریں گے کیونکہ خدا ہم میں سے ہر ایک میں بستا ہے۔ ہر ایک انسان کو اس کی طرف براہ راست رسائی حاصل ہے۔ وہ حقیقی ہے، وہ زندہ ہے اور قریب ہے اور ان لوگوں کی رہنمائی کرتا اور انہیں تسکین دیتا ہے جو اس سے مدد چاہتے ہیں۔ خدا ایک فرد کو اس کے ذہن کی مکمل تبدیلی کے ذریعے اندرونی طور پر تبدیل کرتا ہے۔ لیکن اس تبدیلی کے لئے ہمیں پورے اخلاص اور عاجزی کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔ اس کے سامنے ہمیں اپنے آپ کو اسی حالت میں پیش کرنا ہوگا جیسے کہ ہم ہیں، اپنی تمام کوتاہیوں اور اپنے تمام شبہات کے ساتھ، ایک بہروپیا، ایک مکار، ایک منافق کی حیثیت سے نہیں۔ چنانچہ خدا پر ایمان و یقین پہاڑوں کو واقعی حرکت میں لا دیتا ہے۔ خدا ہمیں کہتا ہے: ''تم میری طاقت کے بل پر آگے بڑھو، اور میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔'' ایک بات یقینی ہے کہ جب ہم خدا کے وعدہ پر اعتماد کرتے ہیں تو وہ ہم پر خوشیوں کی بہتات کر دیتا ہے۔

تورات، انجیل اور قرآن یہ تینوں مقدس کتابیں خدا کی وحدانیت کا تصور پیش کرتی ہیں۔ وہ ایک جیسی تعلیم دیتی ہیں اور ایک ہی جیسی ''راہ زندگی'' (Way of life) کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ ان مقدس کتابوں کی تعلیمات کی تہہ میں بنیادی فکر یہ ہے کہ

تمام انسان اصل میں ''ایک ہی عقیدہ کے پیروکار ہیں۔'' گیتا اور بابا نانک کی تعلیمات کا شمار بھی اسی زمرے میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہم ڈینس رگلے (Dennis wrigley) کی کتاب ''ایک مالک ایک امت (One Lord One People)'' سے اکتباس درج کرتے ہیں: ''ایمان، خدا کی طرف سے ایک تحفہ ہے جو تمام انسانوں کے لئے یکساں ہے۔ ہمارے اچھے کام خدا پر ہمارے ایمان کی علامت ہیں۔ کیونکہ ایمان کے ساتھ اگر عمل شامل نہ ہو تو وہ مردہ ہے۔ ایمان کی حالت میں رہنے سے فیصلے کرنے کے ہمارے انداز میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ایمان ہمیں غریب، کچلے ہوئے اور مظلوم عوام سے براہ رسات تعلق قائم کر دیتا ہے اور ہم اس قابل ہو جاتے ہیں کہ انہیں ذہنی اور مادی طور پر بہتر زندگی کے لئے تیار کر سکیں۔ ناامید افراد میں اس احساس کا پیدا ہونا کہ خدا ان کے لئے ایک مقصد زندگی رکھتا ہے اور وہ اس کی نگاہ میں قیمتی ہیں، اور یہ کہ اللہ کے نزدیک کچھ بھی ناممکن نہیں، ان میں امید اور اعتماد کو جنم دیتا ہے اور ان کی زندگی میں بہت بڑی تبدیلی کا باعث بنتا ہے۔ یہ احساس مردوں اور عورتوں کے وقار میں اضافہ کرتا ہے، ان کی ذاتی زندگیوں میں ان کے لئے نئی قدرو قیمت اور نیا مقصد دریافت کرتا ہے ان کے انداز میں تبدیلی لاتا اور نئی راہوں پر چلنے کے قابل بناتا ہے اور سب سے بڑھ کر، ان کے لئے اس حقیقت کو سمجھنا آسان بنا دیتا ہے کہ خدا ان کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے اور اس لئے انہیں اس کی ذات پر پورا بھروسہ اور مکمل اعتماد کرنا چاہیے۔ اس طرح وہ ایمان، خدا اور خدا کے کاموں کو کرنے اور دنیا کے معاشروں میں تبدیل لانے کے طریقوں کے بارے میں اپنے علم میں ترقی کر جاتے ہیں۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے خدا ہزاروں مختلف طریقوں سے اپنی مخلوق کو اپنے طریقے تبدیل کرنے، اور بسا اوقات حیران کن افق دیکھنے کے لئے کہہ رہا ہے۔ اپنی زندگیوں میں اور جو کچھ ہم کرتے ہیں ان میں، خدا کی موجودگی کی حقیقت کا تجربہ ہمارے اندر لامحالہ قوت اور تعمیر نو (Creativity) کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ ہمیں باہم تقسیم شدہ دنیا میں امن اور موافقت کا راستہ نظر آنے لگتا ہے اور تشدد اور بیگانگی کا بنیادی سبب سمجھ میں آ جاتا ہے۔ یقیناً ہم خدا کے کاموں کے بارے میں حقیقت کو تو نہیں جان سکتے لیکن اس کی موجودگی کی گواہی ناقابل تردید ہے۔''

MashalBooks.org

اپنی زندگیوں میں خدا کی موجودگی کا شعور ہمیں صرف اس وقت حاصل ہو سکتا ہے جب ہم اپنے اندر بھوکوں، پیاسوں استحصال زدہ اور مظلوموں کے ساتھ یکجہتی پیدا کر لیتے ہیں اور ان کی ضرورتوں اور احساسات کے بارے میں حساس ہو جاتے ہیں، جب ہم ان کے لئے محبت کی تازگی اور سادگی اور ان کے ساتھ تعلق کا حقیقی احساس اور تجربہ حاصل کر لیتے ہیں، جب ہم ان کی طرف داری میں ایک طرف استحصالی طبقات جاگیرداروں، سرداروں، غیر حاضر بڑے زمینداروں، سرمایہ داروں، مذہبی اجارہ داروں، مطلق العنان اور شیطان خصلت حکمرانوں اور اصحاب اختیار نوکر شاہی اور دوسری طرف عالمی طاقتوں اور برائی کی روحانی طاقتوں کے خلاف جدوجہد کرتے ہیں۔ ان چیلنجوں کا مقابلہ کئے بغیر ہم خدا کو نہیں سمجھ سکتے۔ خدا ہمیں خطرات میں گھری ہوئی زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی لئے حضرت عیسیٰؑ نے اعلان کیا تھا ''میں اس لئے آیا ہوں کہ دنیا کو آگ میں جھونک دوں۔''

قوانین قدرت

جو کچھ اوپر کہا گیا ہے اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کائنات اور دنیا کے مادی وجودات محکم قوانین قدرت (جو ان کی نگرانی کرتے ہیں) کے تحت وجود میں آئے ہیں اور ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ ان میں کشش ثقل (Pravity) کا قانون، علت اور معلول (cause and effect) کا قانون (energy) کا قانون، قوموں کے عروج و زوال کا قانون احساب (accountability) کا قانون اور روحانی ترقی (spiritual develpment) کا قانون (یعنی انسانی شخصیت کی تعمیر کا قانون) وغیرہ شامل ہیں۔ یہ تمام قوانین انفرادی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر بیک وقت جاری ہیں۔

انسانی ثقافت اور تہذیب کی نشوونما کا انحصار ان قوانین کے حقیقی ادراک اور انسانی معاملات پر ان کے صحیح اطلاق پر موقوف ہے۔ اس طرح کا اطلاق ایک پختہ سیرت کی تعمیر پر منتج ہوتا ہے جو کہ انسانی معاشرہ کی معاشرتی، معاشی اور سیاسی پیش رفت اور عالمی امن کے قیام میں موثر کردار کر سکتی ہے۔

MashalBooks.org

احتساب

زندگی کے مختلف شعبوں میں ایک فرد کے اعمال (انفرادی اور اجتماعی) کا قومی اور بین الاقوامی سطح پر احتساب وہ بنیادی محور ہے جس کے گرد انسانی تعلقات اور معاشرتی ترقی کا توازن قائم ہے۔ یہ نہ ہو تو ابتری، عدم اعتماد، فساد اور جنگیں ان کی جگہ لے لیتی ہیں۔ دنیا میں احتساب کا یہ اصول آنے والی ''دوسری دنیا'' میں احتساب کے خدائی قانون سے برآمد ہوتا ہے۔ جو کوئی جس قدر مستقل مزاجی سے اس میں یقین رکھے گا اسی قدر جوابدہی کا احساس اس میں نشوونما پائے گا۔

جیسا کہ ڈینس رگلے نے اپنی کتاب میں بیان کیا ہے: ''دنیا میں سرگرم تباہی کی قوتیں بہت وسعت اختیار کئے ہوئے ہیں۔ یہ ایک مافیا(mafia) کی شکل اختیار کر گئی ہیں اور یہ عالمی پیمانہ پر لوگوں کو بگاڑ میں مبتلا کرتے، انہیں ذلیل کرتے اور قتل کرتے ہیں۔ منشیات کا کاروبار ایک باضابطہ بین الاقوامی کاروبار بن چکا ہے جو زندگیوں کو برباد کر رہا ہے اور غیر معمولی حد تک ذلت اور تباہی برپا کر رہا ہے جا بجا ننگی تصویروں کی تجارت کروڑوں کا کاروبار بن چکا ہے۔ مزید برآں عالمی طاقتیں سامان حرب پر وسیع رقوم خرچ کرتی جا رہی ہیں جب کہ لاکھوں کروڑوں انسان بنیادی ضروریات زندگی سے بھی محروم ہیں۔ بچے اور نوجوان تشدد اور اوچھے پن میں ڈوبے ہوتے ہیں۔'' ان بھیانک واقعات کو ریاستی سطح پر احتساب کے ایک مربوط نظام کے قیام کے ذریعے ہی موثر طور پر روکا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورت ہے کہ انفرادی اور معاشرتی سطحوں پر احتساب کا ایک گہرا احساس ابھارا جائے۔

مذہبی عدم رواداری

مذہبی عدم رواداری، انسانی مصائب کے ذمہ دار اہم عوامل میں سے ہے۔ اس کی ایک لمبی تاریخ ہے۔ مگر اس کا اصل منبہ لوگوں میں ''ایمان'' (یقین) اور ''مذہب'' کے تصورات کے صحیح ادراک میں کمی ہے۔ اس سلسلے میں ڈینس رگلے کی کتاب سے ایک اور اکتساب پیش ہے: ''مذہب کے نام پر اس قدر غیر استدلالی اور مشتبہ دعوے پیش کئے گئے

ہیں اور ہر ایک فرقہ یا مسلک اپنے ان عقیدوں کو تسلیم کئے جانے پر اصرار کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی لوگوں میں یہ رجحان پایا جاتا ہے کہ وہ کسی چیز کے بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے۔ ماضی کی منجمد عادات ہمیں آج خدا کے مطالبوں کے بارے میں کھل کر اپنا رویہ متعین کرنے سے روکتی ہیں۔ تلخ مزاجی ہمیں دوسرے لوگوں کے ساتھ کھلے دل سے بات کرنے میں روکتی ہے۔ عدم رواداری ہمیں نئی سچائیوں اور نئے خیالات کو، وہ جن ذرائع سے بھی ملیں، تسلیم کرنے سے باز رکھتی ہے۔ خیالات کی صحت مند تنقید کے بجائے ہمیں تلخی اور مایوسی حاصل ہوتی ہے۔ مذہبی لوگ خدا کے مشن میں مزاحم ہیں۔ وہ مذہب کے ظاہری رسم و رواج کو قائم رکھیں گے مگر اس کی متحرک قوت کا مسلسل انکار کریں گے۔ ان کے عبادت کے طریقے زندہ خدا سے ہمارے تعلق کا اظہار نہیں کرتے۔'' یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ مذہبی ریاکاری اور کٹر پن کے خلاف کھلا کھلا وار کرتے ہیں۔

اس لئے، اپنے آپ کو اس ناخوشی اور غمگینی کی حالت سے نکالنے کے لئے کوئی راستہ تلاش کیا جانا چاہیے۔ ایسے راستے کی تلاش کی جانی چاہیے جو انسانوں کے اپنے وضع کردہ مذاہب اور مذہبی اجارہ داریوں کا انکار کرے، جو ''خدا پر یقین اور انسانی خدمت'' کو زندگی کے مقصد کے طور پر قبول کرے، جو تمام انسانوں کے ساتھ مساوی خطوط پر مل کر کام کرنے اور عدم رواداری کو ایک طرف رکھ کر انسانی زندگی میں امن، ترقی اور خوشحالی کے راستے پر چلنے کے لئے تیار ہو۔ آج کے دور میں ایک مذہبی ادارے کے قائم رہنے کا جواز صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ وہ فرقہ، رنگ اور عقیدے کے کسی امتیاز کے بغیر، خدا پر ایمان اور انسانیت کی خدمت کی بنیاد پر ہو نہ کہ ذاتی مفادات کے حصول کے لئے مذہبی اختلافات کی بنیاد پر اور یہ کہ وہ انسانوں کے درمیان اتحاد قائم کرنے میں مدد کریں نہ کہ عیارانہ انداز میں اپنے ذاتی مفادات کے حصول کے لئے مذہبی اختلافات کی بنیاد پر خدا کے بندوں کے درمیان ناانصافی اور دشمنی کو فروغ دینے میں لگ جائیں۔

سیاسی عمل

سیاسی عمل تبدیلی کا ایک آلہ ہے۔ اپنے ملک کے سیاسی عمل میں شعوری طور پر

MashalBooks.org

شرکت اس کے لئے اس معاشرتی ڈھانچے کو تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہے جس کی بنیاد استحصال، ظلم اور نا انصافی پر ہو۔ ناداروں اور محتاجوں کے مفاد میں قانون سازی کا حق لوگوں کی اکثریت ہی کو استعمال کرنا چاہیے۔ جمہوری اصولوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مکمل طور پر اختیار کیا جانا چاہیے۔ جمہوری اصولوں کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مکمل طور پر اختیار کیا جانا چاہیے تا کہ ایک صحت مند معاشرتی نظام تعمیر کیا جا سکے۔ اس کے لئے معاشرہ میں اچھی شہرت رکھنے والے تعلیم یافتہ لوگوں کو اور تمام مذہبی اور غیر مذہبی گروہوں سے تعلق رکھنے والے عام لوگوں کو ایمان ، امید اور محبت کا پیغام پھیلانے کے لئے اجتماعی طور پر کام کرنا ہوگا۔

دولت کے ڈھیر لگانا

اب اگر ہمیں اس بلند پایہ مشن پر رواں ہونا ہے تو ہمیں اپنے ذرائع وسائل یکجا کرنے ہوں گے اور دولت کو خرچ کرنے نہ کہ جمع کرنے کی عادت ڈالنا ہوگی۔ ہمیں خدا کی اس روح کو محسوس کرنا ہوگا جو خود ہمارے اندر اور ہمارے ماحول میں زندہ ہے۔ ہمیں خدا کی اعلیٰ مرضی کی تکمیل کے لئے کام کرنا ہوگا۔ ہمیں خدا کی طرف سے انسان کو ودیعت کی گئی پیدائشی صلاحیتوں سے کام لے کر باہمی تعاون سے ایک ایسی امن اور بہتات والی دنیا تعمیر کرنا ہوگی جس میں ہر فرد وقار کے ساتھ اور برابری کی حیثیت سے زندگی گزار سکے۔ تمام انسان ایک شائستہ زندگی گزارنے کا پیدائشی حق رکھتے ہیں۔ اس لئے وہ لوگ جو اپنی معقول ضروریات سے زائد دولت حاصل کر لیتے ہیں، خدا کے فرمان کے مطابق، اپنی زائد از ضرورت کو اپنے معاشروں کو ایسی سطح پر لانے کے لئے خرچ کرنے کے پابند ہیں جہاں معاشرہ کا ہر فرد زندگی کی بنیادی ضروریات حاصل کر لیتا ہے اور اس کا معیار زندگی ایک مہذب سوسائٹی کا آئینہ دار ہو جاتا ہے۔

جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اس کے پیش نظر کسی ظالم شخص یا طبقہ کے مقابلے میں کھڑا ہونا (وہ جو کوئی بھی ہو) ، اور مظلوم افراد اور طبقوں کا ساتھ دینا (جس مقدار اور جس انداز میں بھی ہو) ، خدا پر ایمان کا قطعی تقاضا اور واحد معیار ہے۔ تمام انسانوں کا ایک خدا

MashalBooks.org

پر ایمان کی بنیاد پر ''امت واحدہ'' کی حیثیت سے اتحاد ہماری زندگی کا مقصد وحید ہونا چاہیے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

نجران کے نصاریٰ کے ساتھ معاہدہ

محمد رسول اللہ ﷺ کے دور میں نجران کے نصاریٰ کے ساتھ کئے گئے معاہدہ میں جس کا اطلاق تمام مسیحیوں پر تھا، اور رہتی دنیا تک کے لئے تھا، مذہبی رواداری کے حوالے سے مندرجہ ذیل شقوں میں ایسے تحفظات موجود ہیں جو موجودہ زمانہ میں بھی مشعل راہ ہیں:۔

☆ ان کے گرجے، عبادت خانے، خانقاہیں اور مسافر خانے خواہ وہ پہاڑوں میں ہوں یا کھلے میدانوں میں یا تیرہ و تار غاروں کے اندر ہوں یا آبادیوں میں گھرے ہوئے ہوں یا وادیوں کے دامن اور ریگستان میں ہوں، سب کے حفاظت میرے ذمے ہے۔

☆ ان معاہدین اور ان کے ہم مشرب گروہ کے عقائد و رسوم مذہب کا تحفظ میری ذمہ داری ہے۔

☆ ان کے پادری، راہب اور سیاح جن مناصب پر ہیں انہیں معزول نہ کروں گا۔

☆ ان کی عبادت گاہوں میں بھی مداخلت نہ کروں گا۔

☆ نہ انہیں مساجد میں تبدیل کروں گا۔

☆ نہ انہیں مہمان سرائے کے طور پر استعمال کروں گا۔

☆ نصرانی کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کیا جائے۔

☆ عدل و انصاف اور سماجی معاملات میں ان کے حقوق مسلمانوں کے حقوق کے برابر ہیں۔

☆ جس مسلمان کے گھر میں نصرانی عورت ہو اسے اپنے مذہبی شعائر ادا کرنے کی اجازت ہونا چاہیے۔ وہ عورت جب چاہے اپنے علماء سے مسئلہ دریافت کر سکتی ہے۔ جو شخص اپنی نصرانی بیوی کو اس کے مذہبی شعائر ادا کرنے سے منع کرے وہ

MashalBooks.org

خدا اور رسول کی طرف سے ان کو دیئے گئے میثاق کا مخالف اور عند اللہ کاذب ہے۔

☆ اگر وہ اپنی عبادت گاہوں اور خانقاہوں یا قومی عمارتوں کی مرمت کرنا چاہیں اور مسلمانوں سے مالی اور اخلاقی امداد کے طلب گار ہوں تو ان کی اعانت کرنا ہی چاہیے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے حجتہ الوداع کے موقع پر اپنے آخری خطبہ میں جو باتیں فرمائیں وہ تاریخ انسانی میں انسانی حقوق کا پہلا باضابطہ چارٹر تھا جس میں انسانی مساوات کے اصول کو اجاگر کیا گیا تھا۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جہاں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں زندگی کی دیگر معمولات کے بارے میں تو تفصیلات موجود ہوں وہاں انسانی زندگی پر اثر انداز ہونے والے انسانوں کے بنیادی حقوق اور ان میں باہمی تعلقات کو استوار کرنے والے مذہبی رواداری کے اصول کے بارے میں رہنمائی موجود نہ ہو۔ چنانچہ اس خطبہ میں جو اصولی باتیں کی گئی ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

☆ اس میں شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ تمہارا رب اور اللہ ایک ہے۔ کفر کی حالت میں دوبارہ واپس نہ جانا۔

☆ ایک عرب کو ایک غیر عرب پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ اسی طرح کسی غیر عرب کو دوسری غیر عرب قوموں پر برتری حاصل نہیں۔ تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم کا وجود مٹی سے بنا تھا۔ اس لئے برتری اور بڑائی کے تمام دعوؤں کو میں نے اپنے پاؤں تلے کچل دیا ہے۔ اللہ کی نگاہ میں تمہارے درمیان سب سے زیادہ قابل احترام وہ ہے جو سب سے زیادہ اچھے کردار کا مالک ہے۔

☆ یہ اچھی طرح جان لو کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اور تمام مسلمان (اہل ایمان) آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

☆ اپنے غلاموں کا خیال رکھو۔ ان کو وہی کھانا کھلاؤ جو تم خود کھاتے ہو، اور انہیں وہی کپڑے پہناؤ جو تم خود پہنتے ہو۔ یہ غلامی کے مکمل خاتمہ کی طرف پہلا قدم تھا۔

MashalBooks.org

☆ تم کسی پر زیادتی نہ کرو، اور تم پر زیادتی نہیں کی جائے گی۔

☆ جو کچھ دور جاہلیت میں رائج تھا وہ میرے پاؤں تلے روند دیا گیا ہے۔ جاہلیت کے دور کے تمام خود معاف کر دیئے گئے ہیں۔ کوئی شخص دوسرے سے بدلہ نہیں لے گا اور جاہلیت کے تمام سود معاف کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ نے سود حرام کر دیا ہے۔

☆ عورتوں کے حقوق کا خیال رکھو۔ تمہاری بیویوں پر تمہارے حقوق ہیں اور تمہاری بیویوں کے تم پر۔

☆ تمہاری جان اور تمہاری جائیداد اور تمہاری عزت کی حرمت کو قیامت تک کے لئے دوسروں کے لئے قابل احترام بنا دیا گیا ہے۔

☆ میں تمہارے پاس ایک ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے اگر تم نے مضبوطی سے تھامے رکھا تو تم کبھی غلطی میں مبتلا نہیں ہو گے۔ یہ کیا ہے۔ یہ اللہ کی کتاب (قرآن) ہے۔ اس میں اللہ نے ہر ایک کو اس کا حق دیا ہے۔

☆ میرے بعد گمراہ نہ ہونا اور ایک دوسرے کو قتل کرنا شروع نہ کر دینا۔

☆ اگر کسی شخص کے پاس کوئی امانت رکھی گئی ہے تو حقیقی مالک تک اس کی واپسی تک وہ اسے امانت سمجھے۔

☆ واجب الادا قرضوں کو ادا کیا جائے۔ تمام عاریتہً لی گئی جائیدادوں کو واپس کیا جائے۔ ان کی ضمانت دینے والے پر لازم ہے کہ وہ اس سلسلے میں پہنچنے والے نقصان کو پورا کرے۔

☆ کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی سے کوئی بھی چیز حاصل کرے سوائے اس کی مرضی اور خوشی سے۔

☆ ایک مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے۔ ایک بیٹا اپنے باپ کی طرف سے اور ایک باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کسی عمل کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

MashalBooks.org

انسانی تاریخ کے عظیم لوگ

انسانی تاریخ کے بارے میں یہ بات نا قابل فہم ہے کہ انسان کی تخلیق کئے جانے کے بعد اس کی رہنمائی کے لئے دنیا کے ہر آباد خطہ میں دانا افراد اور انبیاء نہ ہوئے ہوں۔ گزری ہوئی پرانی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ہمارے سامنے عظیم حکماء، فلاسفہ اور حکمرانوں کے نام آتے ہیں جو تاریخ کے مختلف ادوار میں پیدا ہوئے اور پروان چڑھتے رہے ہیں۔ انہوں نے زندگی کے فلسفہ کو بہ نظر غائر سمجھا ہے۔ ہمیں ماضی کے ان بڑے آدمیوں پر فخر ہونا چاہیے اور ان کے ساتھ اپنی وابستگی کا گہرا احساس ہونا چاہیے۔ کوئی بھی سلیم الفطرت شخص ہمیشہ اپنے آپ کو خدا کے قبیلہ کا فرد سمجھے گا۔ اور اس کے نزدیک انسانی سوسائٹی میں فرد کا تصور برابر حقوق رکھنے والے شخص کا ہے۔ سوسائٹی ثقافتوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔

ایسے ناموں میں جنہوں نے زندگی کی حقیقتوں کے بارے میں غور وفکر کیا اور ان کے روشن پہلوؤں کو اجاگر کیا ہیرا کلیئس (Hericlitus)، دیموکراطیسیس (Democratus)، سقراط (Socrates)، افلاطون (plato)، ارسطو (Aristotle) ہیں۔ قریبی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں ہابس (Hobbes)، ڈیکارٹ (Descarte)، لاک (Locke)، کانٹ (Kant)، مل (Mill)، ڈیوس (Dewey) کے نام آتے ہیں۔

ہیراکلیٹس، کائنات کو قدرت کا ہمہ آن تغیر پذیر مظہر سمجھتا ہے۔ اس کے نزدیک خیر کے یہ معنی ہیں کہ کائنات میں جاری وساری اصولوں کے ساتھ توافق پیدا کیا جائے اور ایسے قوانین کی اطاعت و پیروی کی جائے جو فی نفسہ معقول اور قوانین فطرت کے ساتھ ہم آہنگ ہوں۔

دیمقراطیس کی رائے میں خیر وشر کا تعلق فعل سے زیادہ نیت اور ذہن کی افتاد سے

ہے۔ ان کے نزدیک نیک آدمی وہ نہیں ہے جو نیک کام کرتا ہے، بلکہ نیک آدمی وہ ہے جو نیک کام اس لئے انجام دیتا ہے کہ اس کو نیکی سے محبت ہے۔ خیر کے معنی اس کے نزدیک ایسے فعل کے ہیں جو مسرت آفریں ہے اور مسرور زندگی کا راز اس میں پنہاں ہے کہ انسان جسم و روح کے تقاضوں کے مابین توازن قائم رکھے۔ ان کے نزدیک سچی مسرت اس طرح نہیں حاصل ہوتی کہ انسان تعیّشات دنیا کے پیچھے دیوانہ وار دوڑنا شروع کر دے کیونکہ یہ چیزیں تو آنی جانی ہیں۔ سچی مسرت نیکی کی آرزو، ارادہ اور عمل میں مضمر ہے۔

سقراط کے نزدیک بہتر زندگی کے لئے خیر و شر یا صحیح و غلط کے درمیان فرق و امتیاز کی حدود واضح ہونی چاہیے۔ اس کے نزدیک یہ ناممکن ہے کہ انسان جان بوجھ کر برائی کا ارتکاب کرے۔ برائی کا ارتکاب عموماً اس وقت ہوتا ہے جب استدلال میں کہیں خامی، جہل یا جھول رونما ہو۔ اور اگر خیر کی یہ راہ واضح، متعین اور معلوم ہو تو کوئی پاگل ہی برائی کا شکار ہوسکتا ہے۔ اس کے نزدیک برتر خیر یا برتر حیات علم و آگہی کا جوہر ہے۔ یہ اگر حاصل ہے یا انسان اس سے بہرہ مند ہے، تو پھر برائی کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ علم خیر بھی ہے اور خیر کا وسیلہ اور ذریعہ بھی۔

افلاطون نے خیر و شر کے مسئلہ میں سقراط کی دریافت کو قدرے آگے بڑھایا۔ اس کا کہنا ہے کہ نیکی اور برائی کو اس وقت تک ٹھیک ٹھیک سمجھنا ناممکن ہے جب تک اس عالم رنگ و بو کی حقیقت متعین نہ ہو جائے۔ اس کے نزدیک نیکی اور برائی کے معاملہ میں صرف حواس اور ان کے نتائج پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ اس بارے میں عقل صحیح کو رہنما ماننا چاہیے۔ اور یہی دراصل نیکی یا خیر ہے کہ ہم اپنی خواہشات اور جذبات کی رو میں بہنے کی بجائے ان کو عقل کے تابع رکھیں۔ عقل کو معیار اور کسوٹی قرار دیں اور تمام خواہشات اور آرزوؤں کو اس کے ذریعے جانچیں۔ پھر جس چیز کی اصابت و صحت پر عقل صادر کرے اس کو اختیار کرلیں اور جس کی افادیت پر عقل مہر تصدیق ثبت نہ کر اس کو برائی سمجھ کر چھوڑ دیں۔

ارسطو کے نزدیک یہ معلوم کیا جانا ضروری ہے کہ وہ خیر اعلیٰ (summum bonum) کون ہے جس کو تمام نیکیوں کے لئے اصل اور محور قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے

نزدیک خیر اعلیٰ کے معنی یہ ہیں کہ کائنات کا ہر مظہر، اپنی فطرت کے اندرونی تقاضوں کی تکمیل کے لئے مصروف عمل ہو، اور انسان کی فطرت کا اندرونی تقاضا چونکہ فکر و تامل ہے، اس لئے ضروری ہے کہ یہ ہر معاملہ میں فکر و تامل کی روشنی میں فیصلہ کرے اور ایسا انداز اختیار کرے جو اس کی فطرت کے ساتھ پوری طرح ہم آہنگ ہو۔ ارسطو جب فکر و دانش کو نیکی یا خیر کا محور قرار دیتا ہے تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ نیکی یا خیر کا جذبہ کسی خارجی تلقین، روایات یا اس کی ذات و فطرت سے علیحدہ کسی محرک کا نتیجہ نہیں۔ بلکہ خود انسان کی عاقلہ فطرت کا اپنا اور اندرونی تقاضا یہ ہے کہ بہتر، کامیاب اور خیر و صلاح پر مبنی زندگی بسر کرے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ انسان چونکہ اپنی فطرت کے لحاظ سے جذبات، جسمانی خواہشات اور فکر و دانش کے تین خانوں میں منقسم ہے، اس بناء پر کوئی بھی فیصلہ کرتے وقت اسے ایسا درمیانی راستہ اختیار کرنا چاہیے جس سے انسانی فطرت کے ان تینوں حصوں کے ساتھ پورا پورا انصاف روا رکھا جائے۔ انسانی فطرت کے ان تینوں پہلوؤں سے کسی کو بھی نہ تو نظر انداز کیا جائے اور نہ اس کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جائے۔

ماضی کے بے شمار عظیم ناموں میں، جنہوں نے انسانوں کی بہتری کے لئے قابل لحاظ کام کیا ہے مہاتما بدھ، مہاراج کرشنا اور اشوک کا شمار بھی ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰؑ سے تین چار صدیاں قبل ہندوستان میں گزرے ہیں۔ قریبی تاریخ میں جو عظیم انسان گزرے ہیں ان میں لبنن، گاندھی، محمد علی جناح اور مولانا آزاد ہیں۔ زندہ عظیم لوگوں میں کاسترو اور معمر قذافی کا شمار ہوتا ہے۔ ان تمام اشخاص کا فکر اور ان کا عمل انسانیت کی میراث ہیں۔ سترہ اور اٹھارہ صدی عیسوی کے فلاسفہ میں روسیو (Rosseau) والٹیسر (Vogtaire) ایرسمس (Erasmus) مارکس (Mars) شامل ہیں۔ اچھے حکمرانوں میں انگلینڈ کے ایڈو ڈاول (Edward I)، شہنشاہ اکبر اور ٹیپو سلطان کے نام آتے ہیں۔ دنیا کے عظیم سیاست دانوں میں ابراہم لنکن (Abraham Lincoln) کا نام بھی ایک واجب التعظیم نام ہے۔ ان ناموں کے علاوہ اور بے شمار نام ہیں جنہوں نے دنیا کے فکری اور عملی میدانوں میں اپنے نشانات چھوڑے ہیں۔ نیز آئندہ کی انسانی تاریخ میں ایسے بہت سے عظیم لوگ آئیں گے جو خدا کی اعلیٰ حکمت کے اسرار و رموز کی اپنی فکری اور عملی کاوشوں

سے پردہ کشائی کا ذریعہ بنیں گے اور انسانی معاشرے کو اس کی آلائشوں سے پاک کر کے ایک مثالی انسانی معاشرہ قائم کرنے میں بالآخر کامیاب ہوں گے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

قرآن کی اخلاقی تعلیمات

جہاں سائنسی اور تکنیکی علم انسانی سوسائٹی کی تعمیر و ترقی کے لئے اہم ہے وہاں انبیاء کی طرف سے دی گئی اخلاقی تعلیمات فرد کے کردار کی تعمیر کے لئے اہم رول ادا کرتی ہیں۔ باکردار اور مضبوط ارادہ رکھنے والے افراد کے بغیر ایک ایسی سوسائٹی کا وجود میں آنا ممکن نہیں ہے جو بحیثیت مجموعی انسانوں کے لئے مفید ثابت ہو سکے۔

چنانچہ ذیل میں ہم اخلاقی تعلیمات پر مبنی قرآن کی آیات کا ترجمہ درج کر رہے ہیں اور جہاں ضروری سمجھا گیا ہے وہاں بعض آیات کے ساتھ مختصر تشریحات درج کر دی گئی ہیں۔

قرآن اپنے بارے میں دو مختلف آیات میں ایک ہی بات کہتا ہے کہ قرآن ''نصیحت'' ہے، تمام انسانوں کے لئے۔

☆ یہ (قرآن) تمام قوموں (تمام انسانوں) کے لئے نصیحت ہے۔(12-104)

☆ یہ قرآن ایک نصیحت ہے سو جو کوئی چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے۔(73-19)

قرآن کی اخلاقی تعلیمات کے بارے میں ایک انتخاب ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

☆ حق (سچائی) کو باطل (جھوٹ) کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق (سچی بات) کو جانتے ہوئے نہ چھپاؤ۔(2-42)

☆ نیکیوں کو ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر لو۔(2-148) (یعنی ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرو)

☆ آپس میں اچھا سلوک کرنا نہ چھوڑو۔(2-238)

MashalBooks.org

☆ اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرتا رہ عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اور ایسی آواز میں جو زیادہ بلند نہ ہو، صبح اور شام کے وقتوں میں، اور غافلوں میں سے نہ ہو۔(205-7)

☆ اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور سجدہ کرنے والوں میں رہ اور اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ پر یقیناً آنے والی (موت) آجائے۔(15-99)

☆ اللہ کی عبادت کر اور شکر کرنے والوں میں سے ہو۔(39-66)

☆ اللہ کی، اس کی فرمانبرداری کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے عبادت کرو۔ (2-39)

☆ اللہ کو اس کے لئے فرمانبرداری کو خالص کرتے ہوئے پکارو۔(40-14)

☆ اپنے رب کا نام صبح اور شام یاد کرو۔(76-25)

☆ اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کرو۔(40-55)

☆ اللہ کا تقویٰ کرو اور سیدھی بات کہو۔(33-70)

☆ اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔(33-41) اور صبح اور شام اس کی تسبیح کرو(42)

☆ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جیسا کہ اس کا تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے، اور تم نہ مرو سوائے اس حالت کے کہ تم مسلم (فرمانبردار) ہو۔(3-102)

☆ اچھی چیزوں میں سے خرچ کرو جو تم کماتے ہو، اور اس میں سے جو تمہارے لئے زمین سے نکالا ہے، اور ردی چیزیں دینے کا قصد نہ کرو کہ اگر وہ تم کو دی جائیں تو تم اس کو کبھی نہ لو سوائے اس کے کہ لیتے وقت اغماض برتو۔(2-267)

☆ تم راست بازی کو ہرگز حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اس میں سے خرچ کرو جس سے تم محبت کرتے ہو۔(3-92)

☆ اپنے مالوں کو آپس میں ناحق طور پر نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری باہمی رضا مندی سے تجارت ہو، اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔(4-29)

☆ جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو ان کو دردناک عذاب (دکھ) کی خبر دو۔(9-34)

MashalBooks.org

☆ قریبی کو اس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو (بھی) اور بے جا خرچ کر کے (مال کو) ضائع نہ کرو۔(17-26) بے جا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہے۔(27)

☆ اپنی نگاہیں اس کے پیچھے لمبی نہ کر (للچائی ہوئی نظروں سے نہ دیکھ) جو ہم نے ان میں سے قسم قسم کے لوگوں کو دنیا کی زندگی کی آرائش کے لئے سامان دیا ہے تا کہ ہم ان کو اس کے ذریعے آزمائیں۔(20-131)

☆ تمہارے مال اور نہ تمہاری اولادیں تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل کریں اور جو کوئی ایسا کرے وہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔(63-9) اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں دیا ہے اس سے پہلے کہ تم میں سے کسی کو موت آ جائے تو وہ کہے اے میرے رب مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں صدقہ کرتا اور نیکوں میں سے ہوتا(10) اور اللہ کسی جان کو مہلت نہیں دیتا جب اس کا مقرر وقت آ جائے۔(11)

☆ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جہاں تک ہو سکے اور سنو اور اطاعت کرو اور خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچ جائے تو وہی کامیاب ہے۔(64-16)

☆ کثرت (مال و دولت) کی خواہش نے تمہیں غافل کر رکھا ہے۔(102-1) یہاں تک کہ تم قبروں میں پہنچ جاتے ہو۔(2)

☆ بیجا خرچ نہ کرو کیونکہ بے جا خرچ کرنے والوں سے (اللہ) محبت نہیں رکھتا۔(6-142)

☆ جو شخص اپنے نفس کے بخل سے بچ جائے تو وہی کامیاب ہے۔(59-9)

☆ اپنے مالوں کو آپس میں ناجائز طور پر نہ کھاؤ اور (نہ) ان کے ذریعے حاکموں تک پہنچو تا کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے ساتھ کھا جاؤ حالانکہ تم جانتے ہو۔(2-188)

☆ اللہ کی راہ میں خرچ کرو اور اپنے ہاتھوں سے اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

MashalBooks.org

اور احسان کرو کیونکہ اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔(2-195) (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مراد اللہ کے دین کو انسانی زندگی میں قائم کرنے کی جدوجہد کے لئے مالی قربانی کرنا ہے)

☆ نہ تو اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے بندھا ہوا رکھ اور نہ جتنا کھول سکتا ہے کھول دے ورنہ تو ملازمت کیا ہوا اور درماندہ ہو کر بیٹھ جائے گا۔(17-29) (یعنی نہ بخیل بن کر دولت کی گردش کو روکو اور نہ فضول خرچ بن کر اپنی معاشی طاقت کو ضائع کرو کہ عیش وعشرت اور دکھاوے کے کاموں پر خرچ کر ڈالو)

☆ جو شخص اللہ کی (قائم کی ہوئی) حدوں سے آگے بڑھتا ہے وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔(65-1) جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اس کے لئے (مشکلات میں سے) نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے۔(2) اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے وہ اس کے لئے بس ہے۔(3)

☆ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہو جو کچھ (تمہاری ضرورت سے) بڑھ کر ہے۔(2-219)

☆ بھلا کون ہے جو تمہیں رزق دے اگر وہ (اللہ) اپنا رزق روک لے۔ (21-67)

☆ لوگ دنیا کی زندگی سے وش ہو جاتے ہیں حالانکہ دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں صرف عارضی سامان ہے۔(13-26) (یعنی مال و دولت کے ذریعے سماجی حیثیت کی درجہ بندی کرنا درست نہیں۔ انسانوں کے درمیان فرق مراتب کی اصل بنیاد فکر وعمل کی صحیح راہ اختیار کرنے پر ہے)

☆ انسانوں کو مرغوب چیزوں کی محبت (جیسے) عورتیں اور بیٹے اور ڈھیروں ڈھیر سونا اور چاندی اور پلے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی بھلی معلوم ہوتی ہے (ان میں وہ چیزیں بھی شامل کی جا سکتی ہیں جو آج کے دور کی ترغیبات ہیں) یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اللہ کے پاس لوٹ کر جانے کی اچھی جگہ ہے۔

MashalBooks.org

(13-3)

☆ کہو دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور آخرت اس کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور تم پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔(4-77)

☆ انسانوں میں سے کوئی کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں (ہی) دے دے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔(2-200) اور کوئی ان میں سے کہتا ہے اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں (بھی) بھلائی (دے) اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا(201) یہی ہیں جن کے لئے اس سے فائدہ اٹھانا ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔(202)

☆ تم دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت کو چاہتا ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔(8-67)

☆ آخرت کا گھر ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ سو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔(7-169)

☆ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ہم نے ان کے اعمال کو ان کے لئے خوشنما بنا دیا ہے اس لئے وہ حیران پھر رہے ہیں۔(27-4)

☆ جو کوئی چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان اور اس کی زینت ہے۔ اور جو اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔(28-6)

☆ یہ دنیا کی زندگی تو صرف بے حقیقت شغل اور کھیل ہے اور آخر کا گھر وہی یقیناً (اصل) زندگی ہے کاش وہ جانتے۔ (29-64)(یعنی دنیا کی زندگی کے لوازمات موت کے ساتھ منقطع ہو جانے والی چیزیں ہیں)

☆ وہ دنیا کی ظاہر (باتوں) کو جانتے ہیں اور آخرت سے وہ بالکل غافل ہیں۔ (30-7) کیا انہوں نے اپنے اندر غور نہیں کیا، اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے حق کے ساتھ اور ایک وقت مقرر کے لئے پیدا کیا ہے اور بہت سے لوگ اپنے رب کی ملاقات کا انکار کرنے والے ہیں۔(8)

MashalBooks.org

☆ اصل بات یہ ہے کہ تم جلدی حاصل ہونے والی چیز (یعنی دنیا) سے محبت کرتے ہو۔(75-20)اور آخرت کو چھوڑتے ہو۔(21)

☆ وہی کامیاب ہوتا ہے جو اپنے آپ کو پاک کرتا ہے اور اپنے رب کے نام کا ذکر کرتا ہے اور صلواۃ ادا کرتا ہے۔(87-10) مگر تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو۔(16) حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے۔(17)

☆ جو کوئی چیز تم کو دی گئی ہے وہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے، ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں۔(42-36)

☆ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔(3-179)

☆ وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور گروہ گروہ ہو گئے تیرا ان سے کوئی واسطہ نہیں۔(6-160)

☆ اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ اگر وہ ایمان سے بڑھ کر کفر سے محبت رکھیں اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست بنائے گا تو یہی ظالم ہیں۔ (23-9)

☆ اس سے منہ پھیر لو جو ہمارے ذکر سے پھر جاتا ہے اور سوائے دنیا کی زندگی کے اور کچھ نہیں جانتا۔(53-29)

☆ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پورا کیا ہے۔ (31-20)

☆ ان لوگوں کو چھوڑ دے جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور بے حقیقت تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈالا ہوا ہے۔(6-70)

☆ ہم آیتیں ان لوگوں کے لئے کھول کر بیان کرتے ہیں جو عقل سے کام لیتے ہیں۔(30-28) مگر جو ظالم ہیں وہ اپنی خواہشات کی پیروی علم کے بغیر کر رہے ہیں۔(29) (یعنی سمجھے بوجھے بغیر اپنے تخیلات کے پیچھے چل پڑے ہیں)

MashalBooks.org

☆ اللہ تو لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن انسان آپ اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (10-44) (دراصل تعصب، تقلید اور سوچ میں جمود کی وجہ سے انسان کی عقل و بصیرت معطل ہو جاتی ہے اور وہ ایک دوسرے پر زیادتی کرنے پر اتر آتے ہیں۔

☆ عہد کو پورا کرو کیونکہ (ہر) عہد کے متعلق پوچھا جائے گا۔(17-34) (یعنی باز پرس کی جائے گی)

☆ جو کوئی رب کی ملاقات کی امید رکھتا ہے تو (اسے) چاہیے کہ وہ اچھے اعمال کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔(21-90)

☆ جو کوئی اچھا عمل کرتا ہے، مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہے، ہم یقیناً اسے ایک پاک زندگی میں زندہ رکھیں گے اور ہم یقیناً انہیں ان کے بہترین اعمال کا جو وہ کرتے تھے اجر دیں گے۔(16-97)(یعنی آخرت میں ان کا رتبہ ان کے بہتر سے بہتر اعمال کے لحاظ سے مقرر ہوگا)

☆ جان لو کہ اللہ، انسان اور اس کے دل کے درمیان حائل ہے اور کہ تم اس کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔(8-24)

☆ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ کیا کرو۔(4-58) (اجتماعی زندگی کی بہتری کے لئے اصول یہ ہے کہ جو شخص جس بات کا حقدار ہو اس کے حق کو تسلیم کیا جائے اور اس کا حق اس کے حوالے کر دیا جائے۔ نیز یہ کہ ذمہ داری کے مناسب اور قومی قیادت ایسے لوگوں کے سپرد کی جائے جن میں بار امانت اٹھانے کی صلاحیت ہو۔ پھر یہ کہ خواہ دشمن ہو یا دوست فیصلہ جب بھی کیا جائے انصاف کے ساتھ کیا جائے)

☆ جان لو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے۔(8-28) (جو لوگ مال اور اولاد ہی کو زندگی کی غرض سمجھ لیتے ہیں وہ قومی اور دینی مقاصد کو کوئی اہمیت نہیں دیتے)

☆ اللہ تمہیں عدل و احسان اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور

MashalBooks.org

برائی اور زیادتی سے روکتا ہے۔ وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ (90-16)

☆ اس کے پیچھے نہ لگنا جس کا تجھے علم نہیں۔ کان اور آنکھ اور دل ان سب سے اس کے متعلق سوال کیا جائے گا۔(17-36)

☆ جو لوگ ایمان لاتے اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کے لئے منقطع نہ ہونے والا اجر ہے۔(84-25)

☆ زمانہ (گزرتا ہوا وقت) گواہ ہے۔(13-1) کہ انسان نقصان (خسارے) میں ہے (2) سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لاتے ہیں اور اچھے عمل کرتے ہیں، ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو صبر کی نصیحت کرتے ہیں۔ (3)

☆ نصیحت کرتا رہ نصیحت یقیناً نفع دیتی ہے۔(87-9) وہی نصیحت حاصل کرتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہے۔(10) اور بد بخت اس سے دور رہتا ہے۔(11)

☆ نیکی اور بدی برابر نہیں۔ (بدی کو) اس (طریق) سے دور کر جو بہت اچھا ہے۔ تم دیکھو گے کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے گویا کہ وہ گرم جوش دوست ہے۔(34-14)

☆ بدی کو اس (بات) کے ساتھ دور کر جو بہت اچھی ہے۔(96-23)

☆ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت سے بلاؤ اور ان کے ساتھ اس طریقے سے بحث کرو جو نہایت عمدہ ہو۔(125-16)

☆ بھروسہ رکھو غالب اور انتہائی درجہ رحم کرنے والے پر(217-26)

☆ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ تمہارے لئے رزق کا اختیار نہیں رکھتے۔(17-29)

☆ انصاف کی پوری حفاظت کرنے والے اللہ کے لئے گواہی دینے والے رہو گو (معاملہ) تمہاری اپنی ذات یا ماں باپ یا رشتہ داروں کے خلاف ہو۔(13-4)

☆ گواہی کو نہ چھپاؤ۔(283-2)

MashalBooks.org

☆ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کرو اور جب لوگوں میں فیصلہ کرو۔(4-58)

☆ چاہیے کہ مومن اللہ پر ہی بھروسہ کریں۔(14-11)اور ہم کیوں نہ اللہ پر بھروسہ کریں جبکہ اس نے ہمیں ہمارے راستوں کی ہدایت کی ہے۔(12)

☆ حد سے بڑھنے والوں کی بات کو نہ مانو(26-151) جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔(152)

☆ نیکی اور تقویٰ میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اور اللہ کا تقویٰ کرو۔(5-2)

☆ وہ بات کہو جو بہت اچھی ہو۔ بلاشبہ شیطان ان میں فساد ڈلواتا رہتا ہے۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔(17-53) (یعنی مخالفین سے بحث و گفتگو میں ٹھنڈے طریقے سے جچی تلی بات کہنی چاہیے اور باوقار انداز میں کہنی چاہیے کیونکہ حق اور صداقت دنیا میں صرف نرمی سے پھیل سکتے ہیں)

☆ جو ایمان لاتے ہیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔سن رکھ اللہ کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔(13-28)

☆ اگر تم اللہ کی راہ میں قتل کئے جاؤ یا مر جاؤ تو اللہ کی مغفرت اور رحمت یقیناً اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔(3-156)

☆ اللہ اسے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے جو حد سے گزرنے والا شک کرنے والا ہے۔ (40-34)(یعنی گمراہی میں وہ لوگ پڑ جاتے ہیں۔ جو (1) بداعمالیوں میں اس حد تک مبتلا ہو جائیں کہ دین کی دعوت کو قبول کرنیکی ان میں صلاحیت باقی ہی نہ رہے۔ (2) جو ان حقائق کو ہمیشہ شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جو توحید اور آخرت کے بارے میں انبیاء نے پیش کئے ہیں۔ (3) جو اللہ کی بات سمجھتے ہیں، اور اللہ کی کتابوں ہر مقولیت کے ساتھ غور کرنے کے بجائے کم بحثیاں کرتے ہیں، تکبر کی وجہ سے وہ سچائی کو تسلیم کرنا اپنی صلاحیت سے گری ہوئی بات سمجھتے ہیں اور اللہ کی مخلوق پر ظلم روا رکھنے کی غرض سے وہ اللہ کے احکام کی پابندی قبول کرنے

MashalBooks.org

سے بھاگتے ہیں)

☆ اللہ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور (نہ) اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔(8-27)
(اللہ اور رسول کی خیانت یہ ہے کہ وہ کام کریں جس سے دین اسلام کو نقصان پہنچتا ہو۔ اپنی امانتوں میں خیانت یہ ہے کہ جو قویٰ اور قوتیں و صلاحیتیں اللہ نے انسان کو دی ہیں ان کو اپنے موقع اور محل پر کام نہ لایا جائے یا انہیں بے کار کر دیا جائے۔ امانتوں سے مراد وہ تمام ذمہ داریاں ہیں جو کوئی فرد یا معاشرہ کسی پر اعتبار کر کے اس کے سپرد کرتا ہے)

☆ تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کے راستے میں جنگ نہ کرو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لئے جو کہتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو اس بستی سے نکال جس کے رہنے والے ظالم ہیں اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی ولی بنا اور اپنی جناب سے ہمارا کوئی مددگار بنا۔(4-75)

☆ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی اور یتیموں اور مسکینوں اور قریبی پڑوسی اور دور کے پڑوسی اور پاس والے ساتھی اور مسافر اور ان کے ساتھ بھی جن کے تمہارے داہنے ہاتھ مالک ہوں۔ بیشک اللہ اسے پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا فخر کرنے والا ہے۔(4-36) جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل کرنے کا حکم دیتے ہیں اور اسے چھپاتے ہیں جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے۔(37)

☆ کیا تم غور نہیں کرتے کہ اللہ نے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے اور تم اپنی تمام ظاہری اور باطنی نعمتوں کو پورا کیا۔(31)

☆ تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(55-19)

☆ جو بھی نعمت تمہیں حاصل ہے وہ اللہ کی طرف ہے۔(16-54)

☆ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو انہیں گن نہ سکو گے۔(14-34)

MashalBooks.org

☆ اللہ کی نعمت کو جو تم پر ہے یاد کرو اور اس کو بھی جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری جس کے ساتھ تمہیں نصیحت کرتا ہے۔(2-231)

☆ اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے پیدا کیا ہے تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور تمہیں کان اور آنکھیں اور دل دیئے تا کہ تم شکر کرو۔(16-78)

☆ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے نہ مار ڈالو۔ ہم ہی انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی(17-31) (اولاد کو علم سے محروم رکھنا اور ان کی صحیح طور پر تربیت نہ کرنا، ان کی پرورش جہالت کے ماحول میں کرنا اور انہیں صحیح اصول زندگی پر نہ چلانا قتل اولاد ہے)

☆ صبر کرو اور مقابلے میں بڑھ کر صبر دکھاؤ اور محافظت کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب رہو(3-199) (صبر سے مراد مقابلہ میں بڑھ کر صبر دکھانا ہے خواہ حرص کے مقابلے میں ہو یا دشمن کے مقابلے میں)

☆ جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلے ہوں تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم کامیاب رہو۔(8-45)

☆ مومن صرف وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر کچھ شک نہیں کرتے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہی یہی سچے (انسان) ہیں۔(49-15)

☆ نیکی کا بدلہ سوائے نیکی کے کچھ نہیں۔(55-960تو تم اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔(61)

☆ تم کیوں وہ بات کہتے ہو جو کرتے نہیں۔(61-2) اللہ کے نزدیک یہ سخت بیزاری کی بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔(3)

☆ اللہ (کے دین) کے مددگار بن جاؤ جس طرح عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا اللہ کے راستے میں کون میرے مددگار ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم (اللہ کے دین) کے مددگار ہیں۔(61-14)

☆ ان کی طرف نہ جھکو جو ظالم ہیں۔(11-113)

MashalBooks.org

☆ ظالم ایک دوسرے کے مددگار ہیں اور اللہ متقیوں کا مددگار ہے۔(45-19)

☆ جو شخص اللہ کی حدوں سے آگے بڑھتا ہے تو وہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے۔ (1-65)

☆ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔(7-44) وہ جو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور اسے ٹیڑھا کرنا چاہتے تھے اور آخرت کے بھی منکر تھے۔(45)

☆ اپنی جان کو قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے سوائے اس کے کہ انصاف اس کا تقاضا کرے۔(17-33)

☆ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے پھر وہ ان سے منہ پھیر لے۔(32-22)

☆ اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک کہ اجازت نہ لے لو، اور ان کے رہنے والوں پر سلام کرو (ان کی سلامتی چاہو) یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ کہ تم نصیحت حاصل کرو۔(23-27) پھر اگر ان میں کسی کو (گھر میں) نہ پاؤ تو داخل نہ ہو یہاں تک کہ تمہیں اجرت دی جائے۔ اور اگر تمہیں کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ جاؤ۔(28)

☆ ماپ اور تول کو پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو، اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ کرو۔(7-85)

☆ جب تم ماپو تو ماپ کو پورا کرو اور سیدھے ترازو سے تولو۔ یہ بہتر اور انجام کار خوبی کی بات ہے۔(17-35)

☆ یتیموں کو ان کے مال دو اور اچھی چیز ردی سے نہ بدلو، اور ان کے مالوں کو اپنے مالوں کے ساتھ ملا کر نہ کھاؤ۔(4-2)

☆ یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ سوائے اس طریقے سے جو نہایت عمدہ ہے یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی (بلوغت) کو پہنچ جائے۔(19-34)

☆ یتیم پر سختی نہ کر (93-9) اور سوالی کو نہ ڈانٹ (10) اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتا رہ(11)

MashalBooks.org

☆ شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک کام صرف شیطان کے عمل سے ہیں۔سو اس سے بچو تا کہ تم کامیاب رہو۔(5-90)

☆ اپنے کپڑوں کو پاک رکھ (74-4)اور ناپاکی سے دور رہ (5) اور اس لئے احسان نہ کر کہ زیادہ ملے (6) اور اپنے رب کے لئے صبر کر(7)

☆ زنا کے قریب مت جاؤ کیونکہ وہ بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔ (32-17)

☆☆☆

MashalBooks.org

آئندہ صفحات میں زبور، توریت، انجیل اور بھگوت گیتا میں سے چند اقتباسات دیئے جا رہے ہیں جنہیں پڑھنے سے بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے کہ ان کے ذریعے کس قسم کے انسان بنایا جانا مطلوب ہیں؟ ایسا انسان جو خالق کائنات کے تخلیق کائنات کے مقاصد کو پورا کرسکتا ہو۔

زبور، تورات اور انجیل کی تعلیمات ۔

زبور کی تعلیمات

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے سلسلے میں زبور () میں کہا گیا ہے کہ:

خداوند کی حمد کرو
آسمان پر سے خداوند کی حمد کرو
اے اس کے فرشتو! سب اس کی حمد کرو
اے اس کے لشکرو! سب اس کی حمد کرو
اے سورج! اے چاند! اس کی حمد کرو
اے نورانی ستارو! سب اس کی حمد کرو
اے فلاک الافلاک ! اس کی حمد کرو
اور تو بھی اسے فضا کے پانی!
یہ سب خدا کے نام کی حمد کریں
کیونکہ اس نے حکم دیا اور یہ پیدا ہو گئے
اس نے ان کو ابوالاباد کے لئے قائم کیا ہے
اس نے اٹل قانون مقرر کر دیا ہے
زمین پر سے خداوند کی حمد کرو
اے اژدہاؤ اور سب گہرے سمندرو!

MashalBooks.org

اے آگ اور اولو! اے برف اور کہر!
اے طوفانی ہوا! جو اس کے کلام کی تعمیل کرتی ہے
اے پہاڑو اور سب ٹیلو!
اے میوہ دار درختو اور سب دیودارو!
اے جانورو اور سب چوپایو!
اے رینگنے والو اور سب امتو!
اے امرا اور زمین کے سب حاکمو!
اے نوجوانوں اور کنواریو!
اے بڈھو اور بچو!
یہ سب خداوند کے نام کی حمد کریں
کیونکہ صرف اسی کا نام ممتاز ہے
اس کا جلال زمین اور آسمان سے بلند ہے
اور اس نے اپنے سب مقدسوں
یعنی اپنی مقرب قوم بنی اسرائیل کے فخر کے لئے
اپنی قوم کا سینگ بلند کیا
خداوند کی حمد کرو
خداوند کی حمد کرو
تم خدا کے تعدیس میں اسی کی حمد کرو
اس کی قدرت کے فلاک پر اس کی حمد کرو
اس کی قدرت کے کاموں کے سبب سے اس کی حمد کرو
اس کی بڑی عظمت کے مطابق اس کی حمد کرو
سرسینگے کی آواز کے ساتھ اس کی حمد کرو
بربط اور ستار پر اس کی حمد کرو
دف بجاتے اور ناچتے ہوئے اس کی حمد کرو

MashalBooks.org

تاردار سازوں اور بانسلی کے ساتھ اس کی حمد کرو
بلند آواز جھانج کے ساتھ اس کی حمد کرو
ہر متنفس خداوند کی حمد کرے
خداوند کی حمد کرو

بالا زبور کے مندرجہ بالا اکتباسات سے ظاہر ہوتا ہے کہ پوری کائنات اور انسان کی دنیا میں مرکزی ذات اللہ تعالیٰ کی ہستی ہے، اور یہ کہ تمام امور کی ابتداء اور انتہا اللہ کی ذات ہے۔ انسان اگر اپنے معاملات کو درست کرنا چاہتا ہے اور دنیا کو امن، ترقی اور خوشحالی کا گہوارہ بنانا چاہتا ہے تو اسے اپنی تمام کارکردگی کا محور اور مرجع اللہ ہی کو بنانا ہوگا۔ اس سے بے نیاز ہو کر، یا اسے نظر انداز کر کے وہ اس سلسلے میں کوئی موثر اور مفید پیش رفت نہیں کر سکتا۔ اس لئے اللہ کی یاد اور اس کی حمد و ثناء و بنیادی عمل ہے جسے ہر انسان کو، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، بوڑھا ہو یا جوان، اپنی تمام سرگرمیوں کا نقطہ آغاز بنانا چاہیے اور صرف اسی رطح وہ اپنے نظام ہائے معاشرت، سیاست اور معیشت کو بارآور بنا سکتا ہے۔

تورات

زبور کے بعد ہم تورات کی الہامی کتاب میں سے چند اکتسابات یہاں درج کرتے ہیں جن سے انسان کو اپنی زندگی کو بہترین طور پر گزارنے کے لئے رہنمائی ملتی ہے۔ پیدائش، خروج، احبار، گنتی، استثنا، یہ پانچ کتابیں تورات کہلاتی ہیں۔

دس احکام

1- خداوند تریا خدا جو تجھے ملک مصر سے اور غلامی کے گھر سے نکال لایا میں ہوں

2- میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا

3- تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی صورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھے سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی

MashalBooks.org

بدکاری کی ندا دیتا ہوں اور ہزاروں پر، جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں، رحم کرتا ہوںO

4- تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ نہ لینا، کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے خداوند خدا اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گاO

5- یاد کر کے تو سبت کا دن پاک ماننا۔ چھ دن تک تو محنت کر کے اپنا سارا کام کاج کرناO لیکن ساتواں دن خداوند تیرے خدا کا سبت ہے۔ اس میں نہ تو کوئی کام کرے نہ تیرا بیٹا نہ تیری بیٹی نہ تیرا غلام نہ تیری لونڈی نہ تیرا چوپایہ نہ کوئی مسافر جو تیرے ہاں تیرے پھاٹکوں کے اندر ہو۔ کیونکہ خداوند نے چھ دن میں آسمان اور زمین اور سمندر اور جو کچھ ان میں ہے وہ سب بنایا اور ساتوں دن آرام کیا۔ اس لئے خداوند نے سبت کے دن کو برکت دی اور اسے مقدس ٹھہرایاO

6- تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا تا کہ تیری عمر اس ملک میں جو خداوند خدا تجھے دیتا ہے دراز ہوO

7- تو خون نہ کرنا

8- تو زنا نہ کرنا

9- تو چوری نہ کرنا

10- تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا۔ تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا تو اپنے پڑوسی کی بیوی کا لالچ نہ کرنا اور نہ اس کے غلام اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی چیز کا لالچ کرناO

ب20 2-17

متی کی انجیل

انسانی زندگی کے فلسفے اور دنیا میں زندگی گزارنے کے سلسلے میں انجیل میں مندرجہ ذیل ہدایت ملتی ہیں:۔

آدمی صرف روٹی ہی سے جیتا نہ رہے گا بلکہ ہر بات سے جو خدا کے منہ سے نکلتی

ہے (متی) باب 4-4

پہاڑی کا وعظ

مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں، کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے
مبارک ہیں وہ جو غمگین ہیں، کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں، کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔
مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں، کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے۔

مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں، کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا
مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں، کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے
مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں، کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں گے
مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے سبب سے ستائے گئے، کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کی ہے (متی) باب 5(5-10)

تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت O 43 لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو، اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو O44 تا کہ تم اپنے باپ کے، جو آسمان پر ہے، بیٹے ٹھہرو کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے، اور راست بازوں اور ناراست بازوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ 45 کیونکہ اگر تم اپنے محبت کرنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارے لئے کیا اجر؟ 46 کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم فقط اپنے بھائیوں ہی کو سلام کرو تو کیا زیادہ کرتے ہو؟ کیا غیر قوموں کے لوگ بھی ایسا نہیں کرتے ؟47 پس چاہیے کہ تم کامل ہو جیسا کہ تمہارا آسمانی باپ کامل ہے O48

یسوع نے شاگردوں سے کہا میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولتمند کا آسمان کی بادشاہی میں داخل ہونا مشکل ہے O اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو۔ باب 20 25-28

ایک عالم شرع نے آزمانے کے لئے اس سے پوچھا O ''اے استاد تورات میں

کونسا حکم بڑا ہے؟ اس نے اس سے کہا کہ خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری عقل سے محبت رکھ، بڑا اور پہلا حکم یہی ہےO اور دوسرا اس کی مانند یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھO انہی دو حکموں پر تمام توریت اور انبیاء کے صحیفوں کا مدار ہے۔'' باب19 23-24

مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے۔ دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا۔ کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اس کے واسطے کھولا جائے گاO باب 137

پس جو کوئی میری یہ باتیں سنتا اور ان پر عمل کرتا ہے وہ اس عقلمند آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے چٹان پر اپنا گھر بنایاO اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آندھیاں چلیں اور اس گھر پر ٹکرائیں لیکن وہ نہ گرا کیونکہ اس کی بنیاد چٹان پر ڈالی گئی تھیO اور جو کوئی میری یہ باتیں سنتا ہے اور عمل نہیں کرتا وہ اس بیوقوف آدمی کی مانند ٹھہرے گا جس نے اپنا گھر ریت پر بنایاO اور مینہ برسا اور پانی چڑھا اور آدھیاں چلیں او اس گھر کو صدمہ پہنچایا اور وہ گر گیا اور بالکل برباد ہو گیاO باب 7 24-27

عیب جوئی نہ کرو کہ تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے O کیونکہ جس طرح تم عیب جوئی کرتے ہو اس طرح تمہاری بھی عیب جوئی کی جائے گی، اور جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اسی سے تمہارے واسطے ناپا جائے گاO تو کیوں اپنے بھائی کی آنکھ کے تنکے کو دیکھتا ہے اور اپنی آنکھ کے شہتیر پر غور نہیں کرتا؟O اور جب تیری ہی آنکھ میں شہتیر ہے تو تو اپنے بھائی سے کیونکر کہہ سکتا ہے کہ لا تیری آنکھ میں سے تنکا نکال دوں؟ اے ریا کار پہلے اپنی آنکھ میں سے تو شہتیر نکال پھر اپنے بھائی کی آنکھ میں سے تنکے کو اچھی طرح دیکھ کر نکال سکے گاO باب 7 1-5

مرقس کی انجیل

پھر اس نے کہا کہ ہم خدا کی بادشاہی کو کس سے تشبیح دیں اور کس تمثیل میں اسے بیان کریں؟O وہ رائی کے دانے کے مانند ہے کہ جب زمین میں بویا جاتا ہے تو زمین کے سب بیجوں سے چھوٹا ہوتا ہے، مگر جب بو دیا گیا تو اگ کر سب ترکاریوں سے بڑا ہو جاتا

ہے اور ایسی بڑی ڈالیاں نکالتا ہے کہ ہوا کے پرندے اسے کے سایہ میں بسیرا کر سکتے ہیں۔
باب 2 31-32

پھر وہ ہیکل کے خزانہ کے سامنے بیٹھا دیکھ رہا تھا کہ لوگ ہیکل کے خزانہ میں پیسے کس طرح ڈالتے ہیں اور بہتیرے دولتمند بہت کچھ ڈال رہے تھے، اتنے میں ایک کنگال بیوہ نے آ کر دو دمڑیاں یعنی ایک دھیلا ڈالا Oاس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ تم سے سچ کہتا ہوں جو ہیکل کے خزانے میں ڈال رہے ہیں اس کنگال بیوہ نے ان سب سے زیادہ ڈالا ہےO کیونکہ سبھوں نے اپنے مال کی بہتات سے ڈالا ہے مگر اس نے اپنی ناداری کی حالت میں جو کچھ اس کا تھا، یعنی اپنی ساری روزی ڈال دی ہے۔ باب 12 41-44

لوقا کی انجیل (حصہ اول)

لیکن میں تم سننے والوں سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو۔ جو تم سے عداوت رکھیں ان کا بھلا کروO جو تم پر لعنت کریں ان کے لئے برکت چاہو۔ جو تمہاری تحقیر کریں ان کے لئے دعا کروO جو تیرے ایک گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے، اور جو تیرا چوغہ لے اس کو کرتہ لینے سے بھی منع نہ کرO جو کوئی تجھ سے مانگے اسے دے اور جو تیرا مال لے لے اس سے طلب نہ کرOاور جیسا تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی ان کے ساتھ ویسا ہی کروO اگر تم اپنے محبت رکھنے والوں ہی سے محبت رکھو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی اپنے محبت رکھنے والوں سے محبت رکھتے ہیںOاور اگر تم انہی کا بھلا کرو جو تمہارا بھلا کریں تو تمہارا کیا احسان ہے؟ کیونکہ گنہگار بھی ایسا ہی کرتے ہیںOاور اگر تم انہی کو قرض دو جن سے وصول ہونے کی امید رکھتے ہو تو تمہارا کیا احسان ہے؟ گنہگار بھی گنہگاروں کو قرض دیتے ہیں تا کہ پورا وصول کرلیںO مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تو تمہارا اجر بڑا ہو گا اور تم خدا کے بیٹے ٹھہرو گے کیونکہ وہ ناشکروں اور بدوں پر بھی مہربان ہےO جیسا تمہارا باپ رحیم ہے تم بھی رحم دل ہو۔ عیب جوئی نہ کرو، تمہاری بھی عیب جوئی نہ کی جائے گی۔ مجرم نہ ٹھہراؤ، تم بھی مجرم نہ ٹھہرائے جاؤ گے۔ خلاصی دو، تم بھی خلاصی پاؤ

گےO دیا کرو تمہیں بھی دیا جائے گا۔ اچھا پیمانہ داب داب کر اور ہلا ہلا کر اور لبریز کر کے تمہارے پلے میں ڈالیں گے کیونکہ جس پیمانہ سے تم ناپتے ہو اس سے تمہارے لئے ناپا جائے گا۔ باب 6 27-38

اور اس نے ان سے تمثیل بھی کہی کہ کیا اندھے کو اندھا راہ دکھا سکتا ہے؟ کیا دونوں گڑھے میں نہ گریں گے؟O باب 6 39

اچھا آدمی اپنے دل کے اچھے خزانہ سے اچھی چیزیں نکالتا ہے اور برا آدمی برے خزانہ سے بری چیزیں نکالتا ہے۔ کیونکہ جو دل میں بھرا ہے وہی اس کے منہ پر آتا ہےO باب 6 40

لوقا کی انجیل (حصہ سوم)

اور اس نے ان سے کہا خبردار! اپنے آپ کو ہر طرح کی لالچ سے بچائے رکھو کیونکہ کسی کی زندگی اس کے مال کی کثرت پر موقوف نہیں اور اس نے ان سے ایک تمثیل کہی کہ کسی دولتمند کی زمین میں بڑی فصل ہوئی۔ پس وہ اپنے دل میں سوچ کر کہنے لگا کہ میں کیا کروں کیونکہ میرے ہاں جگہ نہیں جہاں اپنی پیداوار بھر رکھوں؟O اس نے کہا میں یوں کروں گا کہ اپنی کوٹھیاں ڈھا کر ان سے بڑی بناؤں گاO اور ان میں اپنا سارا اناج اور مال بھر رکھوں گا اور اپنی جان سے کہوں گا اے جان! تیرے پاس برسوں کے لئے بہت ساماں جمع ہے۔ چین کر کھا پی خوش رہO مگر خدا نے اس سے کہا نادان! اسی رات تیری جان تجھ سے طلب کر لی جائے گی پس جو کچھ تو نے تیار کیا ہے وہ کس کا ہوگا؟ ایسا ہی وہ شخص ہے جو اپنے لئے خزانہ جمع کرتا ہے اور خدا کے نزدیک دولتمند نہیںO باب 12 15-21

یوحنا کی انجیل

میں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک کوئی نئے سرے سے پیدا نہ ہو وہ خدا کی بادشاہی کو نہیں دیکھ سکتا۔ باب 3 19-21

سزا کے حکم کا سبب یہ ہے کہ نور دنیا میں آیا اور آدمیوں نے تاریکی کو نور سے

زیادہ پسند کیا۔ اس لئے کہ ان کے کام برے تھےO کیونکہ جو کوئی بدی کرتا ہے وہ نور سے دشمنی رکھتا ہے اور نور کے پاس نہیں آتا۔ ایسا نہ ہو کہ اس کے کاموں پر ملامت کی جائےO مگر جو سچائی پر عمل کرتا ہے وہ نور کے پاس آتا ہے تا کہ اس کے کام ظاہر ہوں کہ وہ خدا کی محبت میں کئے گئے ہیں۔ باب 3 19-21

اعمال

(حضرت مسیحؑ کے بعد کی مسیحی سوسائٹی) اور جو ایمان لائے تھے وہ سب ایک جگہ رہتے تھے اور سب چیزوں میں شریک تھےO اور اپنا مال و اسباب بیچ بیچ کر ہر ایک کی ضرورت کے موافق سب کو بانٹ دیا کرتے تھےO اور ہر روز ایک دل ہو کر ہیکل میں جمع ہوا کرتے اور گھروں میں روٹی توڑ کر خوشی اور سادہ دلی سے کھانا کھایا کرتے تھےO اور خدا کی حمد کرتے اور سب لوگوں کو عزیز تھے اور جو نجات پاتے تھے ان کو خداوند ہر روز ان میں ملا دیتا تھاO باب 2 44-47

رومیوں

جو یسوع پر ایمان لائے اس کو بھی راست باز ٹھہرانے والا ہو۔ پس فخر کہاں رہا Oاس کی گنجائش ہی نہیں۔ کونسی شریعت کے سبب سے؟ کیا اعمال کی شریعت سے؟ نہیں بلکہ ایمان کی شریعت سےO چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راست باز ٹھہرتا ہےO کیا خدا صرف یہودیوں ہی کا ہے، غیر قوموں کا نہیں؟ بے شک غیر قوموں کا بھی ہےO کیونکہ ایک ہی خدا ہے جو مختونوں (جن کا ختنہ ہو چکا ہے) کو بھی ایمان سے اور نامختونوں (جن کا ختنہ نہیں ہوا) کو بھی ایمان ہی کے وسیلہ سے راست باز ٹھہرائے گاO پس کیا ہم شریعت کو ایمان سے باطل کرتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ شریعت کو قائم رکھتے ہیں۔ باب 3 27-31

کیونکہ یہ وعدہ کہ وہ دنیا کا وارث ہوگا نہ ابرہام سے نہ اس کی نسل سے شریعت کے وسیلے سے کیا گیا تھا بلکہ ایمان کی راستبازی کے وسیلہ سےO کیونکہ اگر شریعت والے

MashalBooks.org

ہی وارث ہوں تو ایمان بے فائدہ رہا اور وعدہ لاحاصل ٹھہراO کیونکہ شریعت تو غضب پیدا کرتی ہے اور جہاں شریعت نہیں وہاں عدولی حکم بھی نہیںO اس واسطے میراث ایمان سے ملتی ہے تا کہ فضل کے طور پر ہو اور وہ وعدہ کل نسل کے لئے قائم رہے۔ نہ صرف اس نسل کے لئے جو شریعت والی ہےO وہی ہم سب کا باپ ہےO باب 4 13-17

کرنتھیوں

اگر میں آدمیوں اور فرشتوں کی زبانیں بولوں اور محبت نہ رکھوں تو میں ٹھنٹھنا تا پیتل ہوں یا جھنجھناتی جھانجھر ہوںO اگر مجھے نبوت ملے اور سب بھیدوں اور کل علم کی واقفیت ہو اور میرا ایمان یہاں تک کامل ہو کہ پہاڑوں کو ہٹا دوں اور محبت نہ رکھوں، تو میں کچھ بھی نہیںO اور اگر اپنا سارا مال غریبوں کو کھلا دوں اور اپنا بدن جلانے کو دے دوں، اور محبت نہ رکھوں، تو مجھے کچھ بھی فائدہ نہیںO محبت صابر ہے اور مہربان محبت حسد نہیں کرتی۔ محبت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیںO نازیبا کام نہیں کرتی۔ اپنی بہتری نہیں چاہتی۔ جھنجھلاتی نہیں، بدگمانی نہیں کرتی O بدکاری سے خوش نہیں ہوتی بلکہ راستی سے خوش ہوتی ہےO سب کچھ سہہ لیتی ہے۔ سب کچھ یقین کرتی ہے۔ سب باتوں کی امید رکھتی ہے۔ سب باتوں کو برداشت کرتی ہے، محبت کو زوال نہیں۔ امیدیں ہوں تو جاتی رہیں گی۔ علم ہو تو مٹ جائے گاO کیونکہ علم ناقص ہے اور ہماری نبوت ناتمام ہےO لیکن جب کامل آئے گا تو ناقص جاتا رہے گا۔ جب میں بچہ تھا تو بچوں کی طرح بولتا تھا۔ بچوں کی سی طبیعت تھی بچوں کی سی سمجھ تھی۔ لیکن جب جوان ہوا تو بچپن کی باتیں ترک کر دیںO اب ہم کو آئینہ بھی دھندلا دکھائی دیتا ہے۔ مگر اس وقت روبرو دیکھیں گے اس وقت میرا علم ناقص ہے مگر اس وقت ایسے طور پر پہچانوں گا جیسے میں پہچانا گیا ہوںO غرض ایمان، امید، محبت یہ تینوں دائمی ہیں۔ مگر افضل ان میں محبت ہےO باب 13 1-13

☆☆☆

MashalBooks.org

گیتا کی تعلیم

(ترجمہ خواجہ دل محمد)

گیتا کی تعلیم

بھگوت گیتا دنیا کی قدیم روحانی کتابوں میں سے ہے، یہ شری کرشن جی مہاراج کا وہ اپدیش ہے جو انہوں نے ارجن کو پانچ ہزارسال پہلے کوروشیر کے میدان میں مہا بھارت کی جنگ کے وقت دیا۔ اس میں انہوں نے بتایا کہ انسان کیا ہے، روح کیا ہے، خدا کیا ہے، بھگتی (راہ عشق و محبت) اور و سال باری کیونکر حاصل ہو سکتے ہیں، انسان کے فرائض کیا ہیں، بے لوث عمل کا درجہ کیا ہے؟

پرماتما (خدا)

سب سے پہلا اور سب سے اہم سوال خدا کی ہستی کا ہے، کیا خدا ہے؟ گیتا جواب دیتی ہے ''خدا ہے'' بلکہ ''خدا ہی ہے''۔ دوسرے الفاظ میں گیتا وحدت وجود (وحدانیت) کی قائل ہے، عالم میں جو کچھ نظر آتا ہے خدا ہی کا ظہور ہے۔ آسمان میں اس کی بلندی اور زمین میں اس کا حلم کارفرما ہے۔ عالم کا ذرہ ذرہ اسی سے وابستہ ہے۔ اگر وہ نہ ہوتو یہ شیرازہ منتشر ہو جائے۔ گیتا کے مطابق مادہ اور روح دونوں ایک ہی پرمیشور کا ظہور ہیں۔ مادہ خدا کی ادنیٰ فطرت (پرکتی) ہے اور روح اس کی اعلیٰ فطرت (پرش) ہے۔ دنیا کی ہر چیز انہی دونوں سے پرمیشور کی نگرانی میں پیدا ہوتی ہے۔ ادنیٰ فطرت کے آٹھ عناصر ہیں۔ مٹی، پانی، آگ، ہوا، آکاش، دانش، دل، خیال خودی۔ اعلیٰ فطرت روحانی فطرت ہے۔ یہی منبع زندگی ہے۔ یہی جیو آتما کی شکل میں نباتات، حیوانات سب میں پائی جاتی

ہے۔صرف پرکتی اور پرش ہی خدا کا مظہر نہیں بلکہ ان تمام صفات بھی خدا بھی کا مظہر ہیں۔

لیکن اس ادنیٰ اور اعلیٰ فطرت سے بلند تر خود پرماتما کی ذات پاک ہے جو انسانی تخیل سے بالا، جستجو کی رسائی سے بلند، ظاہر سے مستور اور باطن سے بھی دور ہے۔ اس ذات خفی کا سمجھنا آسان کام نہیں۔ وہ ذات بالا و برتر ہر ابتدا کی ابتدا اور ہر انتہا کی انتہا ہے۔ سب (حق) اور راست (باطل) یعنی باقی و فانی دونوں سے بالا ہے محض وہی اس قابل ہے کہ اس کو جانا جائے۔ اس کے علم کا نام امرت اور آب حیات ہے۔ نگاہیں اس کے جلوے کی متلاشی ہیں۔ لیکن جب تک مایا (مادی دنیا) کا پردہ دور نہ ہو وہ کیونکر نظر آئے۔ گیتا کے نزدیک خدا ہر چیز پر محیط ہے کوئی چیز اس سے باہر نہیں۔ وہ قابل تقسیم نہیں ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہے اور ہوگا اس کی اصل اور بیج پرماتما (خدا) ہے۔

وحدت اور کثرت

اس سوال کا، کہ اگر ہر طرف وحدت وجود ہی کا ظہور ہے تو پھر یہ کثرت کیسی، گیتا کا یہ جواب ہے کہ ہر شے کی اصل ایک ہے۔صرف نام اور روپ یعنی صورت ظاہری کا فرق ہے۔ پیالہ، صراحی، مٹکا، رکابی، ہنڈیا سب کی اصل وہی ایک مٹی ہے، نام اور روپ کا فرق ہے۔اسی کا نام مایا ہے، اسی کو فریب نظر، موہ، جہالت، اگیان جو چاہو کہو۔

آتما (روح)

پرماتما (خدا) کے صحیح تصور کے بعد خود انسان کا صحیح ہونا بھی ضروری ہے۔ خدا کی فطرت کے جس طرح تین رنگ اوپر بیان کئے گئے ہیں اسی طرح انسانی فطرت کے بھی تین رنگ ہیں:

1- پیکر کشف یعنی تن، یہ انسان کی ادنیٰ فطرت ہے۔

2- پیکر لطیف یعنی من، حواس، عقل وغیرہ۔ یہ اس کی اعلیٰ فطرت ہے۔

3- آتما یعنی روح۔ یہ وہ اصل چیز ہے جس کا نام انسان ہے۔

تن فانی، ہر لحہ تغیر ہونے والا، بچپن میں کچھ، جوانی میں کچھ اور بڑھاپے میں کچھ۔ اس کو سب کچھ سمجھنا نادانی ہے۔ من، خواس، عقلی وغیرہ لباس کی طرح ہیں جن میں

آتما ملبوس ہے۔ یہ آتما کی طرح لازوال نہیں۔ آتما، یہ قائم، دائم باقی ہے۔ بچپن میں بھی وہی، جوانی بھی وہی، بڑھاپے میں بھی وہی بے تغیر۔ ''انسان'' نہ تن کا نام ہے نہ من کا۔ یہ اس آتما کا نام ہے جو لازوال ہے۔ آتما پر حادثات کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آتما کو موت نہیں آتی۔ آتما کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ آتما پرماتما ہی کا انس (جزو) ہے۔ آتما کا انتہائی کمال پرماتما سے وصال ہے۔

پرکرتی (مادی دنیا)

فطرت ایزدی کا سب سے ادنیٰ مظہر مادی دنیا ہے۔ اسی کو نیچر یا مایا کہا جاتا ہے۔ یہ تین عناصر سے مرکب ہے اور انہی کی ترکیب اور باہمی کشمش پر عالم کی تمام نیرنگیوں کا دارومدار ہے ان کے نام یہ ہیں:

1-ستوگن 2-رجوگن 3-تموگن

ستوگن، صفات علوی کو کہا جاتا ہے جن کا رجوع بلندی اور ترقی کی طرف ہے۔ رجوگن، صفات جذباتی کو کہا جاتا ہے۔ ان کا مقصد حرکت، جدوجہد اور کشمکش ہے۔ یہ صفات آدمی کو کامیاب دنیا دار بناتی ہیں۔ تموگن، صفات صفلی کو کہا جاتا ہے۔ یہ انسان کو پستی کی طرف لے جاتی ہیں۔ آتما جب تن کے پنجرے میں آتی ہے اور مایا کے پردے میں چھپ جاتی ہے تو یہی ''جیو آتما'' یا روح انسانی کہلاتی ہے۔ ان گنوں کا اثر جیو آتما کو پابند کرنا اور اس کی آزادی میں خلل ڈالنا ہے۔ اس لئے انسان کی زندگی کا مقصد جیو آتما کو گنوں کی قید سے رہائی دلانا ہے۔

نجات کے تین راستے

مادی دنیا میں پھنسی ہوئی روح انسانی کا منتہائے نظر خدا سے جا ملنا ہے اور اس منزل مقصود (یعنی نجات) تک پہنچنے کے لئے تین راستے ہیں:

1- کرم مارگ (راہ عمل)

2- بھگتی مارگ (راہ عشق ومحبت)

3- گیان مارگ (راہ عرفان)

MashalBooks.org

1- کرم مارگ (راہ عمل)

گیتا کا مسلک یہ ہے کہ ہر عمل کی جزا ملنا لازمی ہے۔ انسان جو بھی کام کرتا ہے اس کا اثر اس کے ذہنی اوصاف یا گنوں پر پڑتا ہے۔ مرنے پر یہ گنوں کا مجموعہ اس کی روح کے ہمراہ جاتا ہے۔ اس لئے نجات کے لئے اعمال صالح ضروری ہیں۔ عمل اور حرکت قانون فطرت ہے۔ مثلاً اگر دوران خون ہی بند ہو جائے تو انسان ایک پل زندہ نہیں رہ سکتا۔ جب عمل کے بغیر چارہ نہیں تو پھر انسان کو کیسے اعمال کرنے چاہئیں۔

نشکام کرم

اس کا جواب گیتا نے یہ دیا ہے نشکام کرم کرے یعنی

(1) اپنے فرائض بجالائے۔

(2) جو کام کرے خدا کے لئے کرے۔

(3) کسی کام سے اجر و انعام کی توقع نہ رکھے اور نہ اجر و انعام کی لالچی سے کرے۔

صحیح لائحہ عمل یہ ہے کہ فاعل حقیقی، خدا کو سمجھو۔ کام تمہارا نہیں خدا کا ہے۔ کام تم نہیں کر رہے خدا کر رہا ہے۔ فطرت کر رہی ہے۔ فطرت کے گن کر رہے ہیں۔ تم اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع کر دو۔ جو کام وہ تم سے کرا رہا ہے کئے جاؤ۔ اگر تم کام اس کے پھل کے لئے نہ کرو گے تو تمہارا عمل بھی عین ترک عمل ہو جائے گا۔ تم جزا و سزا سے بری ہو جاؤ گے۔ اگر تم خود کو فاعل سمجھتے ہو تو تم غلطی پر ہو۔ تمہاری عقل جہالت میں پھنسی ہوئی ہے۔ کام کرو لیکن خدا کا کام سمجھ کر اور اپنی ذات کو بے تعلق کر کے کیونکہ ایثار اور قربانی فطرت کا قانون ہے۔ پس انسان کو دنیا میں نائب الٰہی ہو کر رہنا چاہیے۔ اس پر لازم ہے کہ جو کام کرے خدا کے لئے کرے۔ خود کو خدا کی طرف سے مامور سمجھے اور کوئی کام محض دنیاوی فائدے کو مدنظر رکھ کر اور ہوا و ہوس (لابھ) کی خاطر نہ کرے۔ اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اس کے دل کو چین اور رمن کو شانتی حاصل ہو گی اور وہ وصال ذات باری حاصل کر سکے گا۔

MashalBooks.org

پگیہ ، تپ اور دان

دل کی اس کیفیت کے ساتھ ہی پگیہ (نذر و نیاز) کارآمد ہو سکتے ہیں، ورنہ محض بیکار ہیں۔ سخاوت وہی اچھی ہے جو بے دلی سے نہ کی جائے، جس کے بدلے کی توقع نہ ہو، جو مستحق لوگوں کو دی جائے اور جن کو دان دیا جائے ان کو ذلیل نہ سمجھا جائے، ان پر احسان نہ جتایا جائے، ان سے کوئی خدمت نہ لی جائے۔ ورنہ سخاوت سخاوت نہیں رہتی۔

2- بھگتی مارگ (راہ عشق و محبت)

راہ عشق و محبت میں پہلا قدم اپنے من پر قابو پانا یعنی ہوا و ہوس کو چھوڑ دینا ہے۔ محسوسات کی محبت اور ان سے لگاؤ دور کر کے تمام تر توجہ پر ماتما کے دھیان میں لگا دینے سے بھگتی (نجات) حاصل ہوسکتی ہے۔ بھگتی سے مراد انتہائی شوق وصال ہے۔ فانی کی محبت کا نتیجہ جدائی ہے۔ لیکن محسوسات سے بے تعلقی کا یہ مطلب بھی نہ ہو کہ لذات دنیاوی سے بظاہر الگ ہو مگر دل میں ان کی تمنا رکھے۔ اس کا نام تیاگ ہے۔ اس کا ترک دینا ہے۔ یہی مقام عبادت ہے۔ دلی خلوص اور سچی محبت سے انسان خدا کی پرستش کرے کیونکہ اصل عبادت یہی ہے۔

عبادت کے لئے سب راہیں کھلی ہیں۔ جو طریقہ جس کو پسند ہے اسی طریقے سے عبادت کرے۔ یہاں تو خلوص کی ضرورت ہے رسوم کی نہیں۔ اصل منزل قرب الٰہی ہے۔ اس لئے کسی ایک راہ کی قید نہیں ہے۔

بست پرستی: بے سمجھ لوگ صرف خدا کے مظاہر کی پوجا کرتے ہیں۔ لیکن عارف لوگ خدا کی ذات کی عبادت کرتے ہیں۔ جو جس یک پوجا کرے گا اسی تک پہنچے گا جو لوگ بہشت کی خاطر عبادت کرتے ہیں یا دیوتاؤں کو پوجتے ہیں وہ گویا تجارت کرتے ہیں۔ بھگتی کے لئے ذات پات یا جنس کی کوئی قید نہیں۔ مرد ہو عورت ہو خدا کی راہ سب پر کھلی ہے۔

3- گیان مارگ (راہ عرفان)

گیان سے مراد ہے معرفت الٰہی۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان حقیقت ذات باری پر غور کرے۔ پرماتما اور آتما کے راز کو سمجھے۔ دنیا و مافیہا کی کثرت میں وحدت

MashalBooks.org

کی تلاش کرے۔ یہی اس کو معراج تک پہنچائے گی۔ گیانی کو جب عرفان حاصل ہو جاتا ہے تو اس کے لئے ہر طرف ایک ہی پرماتما کا ظہور نظر آتا ہے۔ اس لئے وہ سب خاندانوں کی مساوات کا قائل ہوتا ہے۔ سب کے دکھ سکھ میں شریک ہوتا ہے۔ اس کا دل ہمدردی کا سرچشمہ اور رحمت کا منبع ہو جاتا ہے۔ عارف کامل وہ ہے جو عرفان کے اعلیٰ مدارج طے کر کے واصل حق اور فنافی اللہ ہو جائے۔

گیانی (عارف)

جس کو گیان حاصل ہو جائے اس کی دنیا ہی نرالی ہو جاتی ہے وہ دن رات خدا کے خیال میں مست رہتا ہے۔ اس کے دل میں سکون ہوتا ہے۔ دکھ سکھ کا اس پر اثر نہیں ہوتا۔ اس کو دل کی یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔ گیان (عرفان) حاصل کر لینے سے انسان کے اعمال نرالے رنگ کے ہو جاتے ہیں وہ سرتاپا چشمہ رحمت بن جاتا ہے، اور اس کے ذریعے خدائی فیضان تمام مخلوق کو پہنچنے لگتا ہے۔

ذوق عمل

گیتا میں کہا گیا ہے کہ زندگی کے لئے عمل ضروری ہے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ عمل کرتے ہوئے حواس کو قابو میں رکھے۔ ہر کام محبت اور نفرت کے جذبات سے بالاتر ہو کر سرانجام دے۔ خواہشات نفسانی کی قربانی دے۔ زندگی کو مسلسل پگیہ یا قربانی سمجھ کے پل کی خواہش اور لگاؤ نہ رکھے۔ سب کام خدا کے لئے کرے۔ سب جانداروں کو دیوتا (معبود) کی شکل میں دیکھے، ان کی خدمت کرے اور ان سے خوش ہو۔ زندگی خدمت کے لئے ہے اور فقط بے لوث خدمت کے لئے۔

گیتا کے نزدیک نیچر خدا کی ادنیٰ فطرت ہے، روح جس کی مظہر حیات ہے۔ اشیاء کے خواص بھی سب خدا ہی کا مظہر ہیں لیکن خدا خود ان خواص و صفات سے بالا ہے۔ نیچر ایک طرح کا پردہ ہے جو خدا اور انسان کے مابین حائل ہے۔ اس ووئی کے پردے کو دور کرنے سے عرفان کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ گیتا کے مطابق دنیا و مافیہا سب خدا ہی کا ظہور ہے۔ ساکن و مسیار، انسان، حیوان، فرشتے، سورج، چاند، ستارے سب اسی مجسم

قدرت کے اندر موجود ہیں۔ ہر انسان کے دل میں قدرتی خواہش ہے کہ اسے دیدار الٰہی نصیب ہو لیکن یہ دیدار خاکی آنکھوں سے نہیں بلکہ دل کی آنکھوں سے، بصیرت کی نظر سے، حاصل ہونا ممکن ہے۔

گیتا کا نظریہ یہ ہے کہ تمام اخلاق کا دارومدار مادہ، روح اور خدا کی حقیقت سمجھنے پر ہے۔ تن اور من کی دنیا کا حاکم پروشوتم ہے اور وہی دھرم کا بنیادی اصول ہے۔ اسی کے عمل پر صحیح اخلاق کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ گیتا کا استدلال یہ ہے کہ اگر سب انسانوں کی آتما یکساں ہے تو رنگ اور نسل کی تمیز دور کر کے ہمارے باہمی اعمال مساوات انسانی پر قائم ہونے چاہئیں۔

گیتا کے نزدیک جو ملکوتی صفات (دیوی سمپدا) جو انسان کو نجات کی طرف لے جاتے ہیں وہ یہ ہیں۔ 1-بے خوف 2-دل کی پاکیزگی 3- گیانی اور یوگ میں استقلال 4 -خیرات 5 -حواس پر ضبط، 6 -یگیہ (قربانی) 7 -شاستروں کا مطالعہ 8 -ریاضت 9 -سلامت روی 10 -اہنسا یعنی الفاظ یا افعال سے کسی کو ایذا نہ دینا 11-صداقت وسچائی 12-اکرودھ یعنی غصہ اور طیش نہ ہونا 13-تیاگ یعنی لذت اور کاموں کے پھل چھوڑ دینا 14-شانتی یعنی طبیعت میں قرار وسکون ہونا 15- تنگ دل نہ ہونا 16-دیا یعنی لطف وکرم 17-حرص و ہوس وطمع نہ ہونا 18-نرمی 19-شرم وحیا 20- نچلا پن سے رکنا 21-تیج یعنی زور و طاقت 22-شما عفو یعنی معاف کر دینا 23-دھوتی یعنی مصیبتوں پر صبر و ضبط 24-دل کی صفائی 25-اوردھ یعنی حسد نہ کرنا 26- تکبر اور غرور نہ کرنا۔

انسانی افعال دو قسم کے ہیں۔ ایک اضطراری افعال جیسے سانس لینا، دوران خون، غذا کا ہضم ہونا، آنکھ کا جھپکنا وغیرہ، دوسرا اختیاری افعال، جن میں انسان کے ارادے کا دخل ہے۔ اضطراری افعال سے چھٹکارا ناممکن ہے۔ اختیاری افعال ترک کر دینا سنیاس کہلاتا ہے تیاگ یہ ہے کہ انسان اپنے اختیاری افعال بطور فرائض ادا کرتا رہے لیکن ان سے کسی فائدے کی امید نہ رکھے۔ شری کرشن عمل کو جاری رکھتے ہوئے تیاگ کو پسند کرتے ہیں یعنی کام کئے جاؤ اور اس کے پھل کی توقع نہ رکھو بلکہ یہ خیال بھی ترک کر دو کہ ''میں کر رہا ہوں'' صرف اپنی ذات کو فاعل سمجھ کر نتائج کا متوقع ہونا اور کامیابی یا ناکامی اپنی طرف

منسوب کرنا غلط ہے۔ اس کو اس بات کا یقین کامل ہونا چاہیے کہ جو کام ہو رہا ہے خدا ہی کر رہا ہے اور وہ خود محض قدرت کا آلہ کار ہے۔ سب سے بڑا فرض جو انسان پر لازم ہے وہ رضائے الٰہی کو پورا کرنا ہے۔ وہ فرض کو فرض سمجھ کر بجا لاتا ہے خواہ وہ پسندیدہ ہو یا ناپسندیدہ۔ وہ کاموں کے شر سے بے نیاز ہے اور ایسی صورت میں اس پر کوئی گرفت نہیں۔ اپنا فرض بجا لانا منشائے ایزدی کی تکمیل ہے اور منشائے ایزدی کی تعمیل ہی خدائے واحد کی پرستش ہے، اور اسی سے انسانیت کی تکمیل ہوتی ہے۔

گیتا کے نزدیک ''بہترین عمل'' وہی ہے جو رضائے الٰہی کے لئے کیا گیا ہو اور جس میں جزا اور ثواب کا خیال نہ آئے۔ ''بہترین عقل'' وہ ہے جو اوامر و نواہی، جائز و ناجائز اور خیر و شر میں تمیز کرنے کا راستہ بتائے۔ ''بہترین خوشی'' وہ ہے جو انسان کو عرفان ذات باری سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے حاصل کرنے کے لئے پہلے مصیبتیں اٹھانی پڑتی ہیں لیکن آخر میں یہی آب حیات ثابت ہوتی ہیں۔

گیتا میں اس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ہر شخص کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ وہ پیشہ اختیار کرے جو اس کی فطرت کے مطابق ہو۔ ''خدا نے کام بانٹے ہیں، ذات تقسیم نہیں کی۔''

مندرجہ بالا سطور میں گیتا کی جو تعلیمات بیان کی گئی ہیں انہیں گیتا کے اٹھارہ ادھیاؤں کے خواجہ دل محمد مرحوم کے شریمد بھگوت گیتا کے اردو نظم میں ترجمہ میں سے چند منتخب اشعار کی صورت میں ذیل میں درج کیا جا رہا ہے:

(5/3)

جہاں میں نہ دیکھو گے تم ایک پل
کہ کوئی بھی فارغ ہے اور بے عمل
سبھی کام کرنے پر مامور ہیں
گنوں ہی سے فطرت کے مجبور ہیں

(8/3)

جو ہے فرض تیسرا کراس پر عمل

کہ ترک عمل سے ہے بہتر عمل
عمل چھوڑ دیتے ہوں تجھ کو تمام
تو مشکل ہے تیرے بدن کا قیام

(47/2)

تجھے کام کرنا ہے اور مرد گار
نہیں اس کے پھل پر تجھے اختیار
کئے جا عمل اور نہ ڈھونڈ اس کا پھل
عمل کر عمل کر نہ ہو بے عمل

(46/18)

وہی ذات جس سے خدائی ہوئی
جو سارے جہاں پر ہے چھائی ہوئی
اسی کی پرستش ہے تکمیل فرض
ہے تکمیل انسان کی تکمیل فرض

(20/17)

ہو احساں سے بدلے کی خواہش اگر
سخاوت میں پھل پر لگی ہو نظر
اگر بے دلی سے کوئی دان دے
اجوگن سخاوت اسے جان لے

(12/15)

یہ سوج یہ تابش مرا نور ہے
جہاں جس کے جلوؤں سے معمور ہے
رہے چاند رخشاں مرے نور سے
تو آتش درخشاں مرے نور سے

MashalBooks.org

(13/13)

اسی کے ہیں دست و پا چار سو
اسی کا ہے رخ رونما چار سو
اسی کی نظر، کان، مر ہر طرف
محیط جہاں سربسر ہر طرف

(20/10)

سن ارجن میں ہوں آتما بالیقین
جو ہے جانداروں کے دل میں لیکن
میں ہوں مثل جاں اہل جاں میں نہاں
میں اول میں آخر میں ہوں درمیاں

(20/8)

پرے غیب سے بھی ہے اک ذات غیب
وہ ہستی فنا کا نہیں جس میں عیب
کسی کی نہ کچھ بات باقی رہے
فقط اک وہی ذات باقی رہے

(4/5)

خفی سے خفی ہے مری ہست و بود
مگر ہے مجھی سے جہاں کی نمود
مجھی میں ہے مخلوق ساری مکیں
مگر ہی مکیں خود کسی میں نہیں

(10/13)

کسی شے میں جنبش کسی میں سکوں
وہ موجود سب ہی درون و بروں

MashalBooks.org

لطیف ایسا احساس معذور ہے
وہی ہے قریب اور وہی دور ہے

(23/2)

کٹے گی نہ تلوار سے آتما
جلے گی کہاں نار سے آتما
نہ گیلی ہو پانی لگانے سے یہ
نہ سوکھے ہوا میں سکھانے سے یہ

(20/2)

جنم اس کو لینا ہے نہ مرنا اسے
نہ آکر جہاں سے گزرنا اسے
انادی، ولادت تغیر سے پاک
یہ مرتی نہیں گو بدن ہو ہلاک

(42/3)

حواس آدمی کے ہیں اعلیٰ تمام
مگر ان سے اونچا ہے من کا مقام
ہے من سے بڑا مرتبہ عقل کا
مگر عقل سے بڑھ کر ہے آتما

(6/14)

ستوگن کی فطرت ہے پاکیزہ نور
نہ عیب اس میں ارجن نہ کوئی قصور
کرے روح کو شوق راحت سے قید
کرے روح کو ذوق دانش کا صید

MashalBooks.org

(7/14)

اجوگن کی فطرت ہے جذبات کی
ہے جینے کا شوق اس کو اور تشنگی
یہ ذوق عمل کا بناتی ہے جال
کرے روح کو قید گنتی کے لال

(8/14)

تموگن جہالت کی اولاد ہے
کب اس سے مکیں تن کا آزاد ہے
کرے قید دھوکے سے بھارت اسے
کرے خواب و غفلت سے غارت اسے

(27/3)

یہ دنیا کی رونق یہ کاموں کی دھن
سبب اس کا اصلی ہیں فطرت کے گن
مگر جس کے دل میں اہنکار ہے
سمجھتا ہے خود کو کہ مختار ہے

(10/5)

رہے بے تعلق کرے جب عمل
خدا ہی کی خاطر کرے سب عمل
خطا سے ہمیشہ رہے گا بری
کنول کے نہ پتے پہ ٹھہرے تری

(27/9)

فقط میری خاطر تو ہر کام کر
ہون دان دے سب مرے نام پر

MashalBooks.org

ترا کھانا پینا ہو میرے لئے
ترا تپ سے جینا ہو میرے لئے

(09/2)

کرے نعمتیں ترک پرہیزگار
مگر شوق لذت سے ہو بے قرار
اسے ترک لذت کی لذت ملے
جسے دید باری کی دولت ملے

(6/10)

لگا مجھ میں دل بھگت ہو جا میرا
تو کریگ میرے سامنے سر جھکا
مجھے تجھ سے مجھ سے تجھے پیار ہے
مرا وصل کا تجھ سے اقرار ہے

(11/4)

مرے پاس جس راہ سے لوگ آئیں
میں راضی ہوں ارجن مراد اپنی پائیں
ادھر سے چلیں یا ادھر سے چلیں
مرے سب ہیں رستے جذر سے چلیں

(20/7)

ہوا و ہوس سے جو مجبور ہیں
ہوئے گیان سے ان کے دل دور ہیں
نکالیں طبیعت سے پوجا کی ریت
کریں دوسرے دیوتاؤں سے پریت

MashalBooks.org

(30/9)

کوئی آدمی گرچ بدکار ہے
مگر میرا دل سے پرستار ہے
اسے بھی سمجھ لے کہ سادھو ہے وہ
ارادے میں نیکی کے یکسو ہے وہ

(10/12)

جو دنیا کو آزار دیتا نہیں
جو دنیا سے آزار لیتا نہیں
بری بغض و عیش و غم و خوف سے
وہی ہے مرا بھگت پیارا مجھے

(30/13)

جسے آئے کثرت میں وحدت نظر
کہ ہر رنگ میں ہے وہی جلوہ گر
جو وحدت سے کثرت کا سمجھے ظہور
خدا سے ہو واصل وہی بالضرور

(32/6)

سکھ اوروں کا سمجھے جو اپنا ہی سکھ
دکھ اوروں کا سمجھے جو اپنا ہی دکھ
جو سب کو کرے اپنے جیسا خیال
سن ارجن کہ یوگی ہے وہ باکمال

(20/5)

وہ عارف خدا میں رہے استوار
نہ الجھن جسے ہو نہ دل بے قرار

MashalBooks.org

مسرت جو پائے تو شاداں نہ ہو
مضرت جو پہنچے پریشاں نہ ہو

(71/2)

جو انساں کرے خواہش دل سے دور
ہوس کا نہ ہو جس کے دل میں فتور
نہ اس میں خودی ہو نہ ہو میر تیر
سکوں اس کا حاصل ہے دل اس کا سیر

(6/25)

جسے عقل پر اپنی ہو اختیار
وہ حاصل کرے رفتہ رفتہ قرار
کرے اس کا من آتما میں قیام
نہ اس کو خیال دوئی سے ہو کام

(6/29)

اگر یوگ میں نفس سرشار ہے
تو پھر یہ حقیقت نمودار ہے
کہ ہر شے میں ہے آتما کی نمود
تو ہر شے کا ہے آتما میں وجود

(6/30)

جو ہر سمت پاتا ہے میرا ہی نور
مجھی میں جو ہر شے کا دیکھے ظہور
کبھی مجھ سے منہ موڑ سکتا نہیں
کبھی میں اسے چھوڑ سکتا نہیں

MashalBooks.org

(9/13)

وہ انسان جو خصلت میں ہیں دیوتا
جو ہیں نیک فطرت مہا آتما
کریں قلب یکسو سے پوجا میری
میں ہوں لافنا منبع زندگی

(9/14)

ہمیشہ وہ گن میرے گاتے رہیں
وہ عہد اپنا جی سے نبھاتے رہیں
عبادت کریں محنت اور شوق سے
کریں مجھ کو سجدے دلی ذوق سے

(9/22)

جو کرتے ہیں خالص عبادت میری
جو یکدل ہوں جی میں نہ رکھیں دوئی
کروں حاجتیں ان کی پوری تمام
وہ میری حفاظت میں ہوں صبح و شام

(10/30)

سمجھتا ہے مجھ کو جو بے ابتدا
جنم سے بری شاہ ارض و سما
فریب نظر سے وہی پاک ہے
گناہوں سے آزاد و بے باک ہے

(10/4)

مجھی سے ہے سکھ دکھ دلیری ہراس
خرد علم قلب حقیقت شناس

MashalBooks.org

صداقت سکوں ضبط عفو و کرم
مجھی سے وجود اور مجھی سے عدم

(10/5)

اپنا قناعت دل پرسکون
ریاض و سخا نام نیک و زبوں
غرض جانداروں میں جو ہیں صفات
ہے ان سب کا منبع مری پاک ذات

(10/8)

مری ذات ہے منبع کائنات
مجھی سے ہوا ارتقائے حیات
یقیں اس پر رکھتے ہیں جو اہل ہوش
کریں میری بھگتی، بجوش و خروش

(10/9)

مجھی میں ہیں من کو جمائے ہوئے
ہیں ہر ان اپنے مجھ میں لگائے ہوئے
وہ کرتے ہیں آپس میں پر نور دل
مرے ذکر سے شاد و مسرور دل

(10/10)

وہ رہتے ہیں یک دل مرے ذوق سے
وہ کرتے ہیں پوجا میری شوق سے
میں دیتا ہوں ان کو وہ دانش کا یوگ
کہ ہو جاتے ہیں مجھ سے واصل وہ لوگ

MashalBooks.org

(10/11)

جو رحم ان کی حالت پہ کھاتا ہوں میں
تو گھر ان کے دل میں بناتا ہوں میں
دکھاتا ہوں ان کو ہدایت کا نور
اندھیرا جہالت کا ہو جس سے دور

(10/41)

نظر آئے قوت کہیں یا جلال
شکوہ و تحمل کے حسن و جمال
سمجھ لے کہ اس میں ہے جلوہ فگن
مرے بیکراں نور کی اک کرن

(12/13)

وہ انساں جو سکھ دکھ میں ہموار ہے
جو ہر ایک کا ہمدرد و غم خوار ہے
کسی کا نہ بیری ہو بخشے قصور
خودی سے بھی دور اور تعلق سے دور

(12/14)

وہ یوگی جسے خود پہ ہے اختیار
جو صابر ہے اور عزم میں استوار
دل و عقل جو مجھ پہ قرباں کرے
وہی ہے مرا بھگت پیارا مجھے

(13/16)

محال اس کی تقسیم اے ذی شعور
مگر اس کا ہر شے میں حصہ ضرور

MashalBooks.org

نراوار عرفاں وہ پروردگار
فنا و بقا کا اسی پر مدار
(13/17)

وہی ذات نور اعلیٰ نور ہے
جو تاریکیوں سے بہت دور ہے
وہ عرفاں کا حاصل بھی مقصود بھی
وہ عرفاں بھی ہر دل میں موجود بھی
(13/24)

کوئی دھیان سے من میں ڈالے نظر
تو دیکھے وہ خود آتما جلوہ گر
کوئی سانکھ کے یوگ سے دیکھ لے
کوئی دیکھ لے یوگ سے کرم کے
(13/30)

جسے آئے کثرت میں وحدت نظر
کہ ہر رنگ میں ہے وہی جلوہ گر
جو وحدت سے کثرت کا سمجھے ظہور
خدا سے ہو واصل وہی بالضرور
(13/31)

مکیں تن کے اندر ہے پرماتما
انادی، گنوں سے بری، لافنا
عمل سے وہ فارغ ہے گنتی کے لال
عمل سے نہ آلودہ ہو لایزال

MashalBooks.org

(13/32)

ہے آکاش دنیا پہ جیسے محیط
مجلّا مصفا کہ ہے وہ بسیط
بدن میں یونہی آتما ہے مکیں
مگر اس سے آلودہ ہوتی نہیں

(17/20)

جہاں میں ہے مطلوب جس کو نجات
ثمر سے نہیں کچھ اسے التفات
عبادت ریاضت سخاوت کرے
مکر حرف تت پہلے منہ سے کہے

(18/16)

قرین خرد پھر نہیں اس کی بات
جو سمجھے ہے عامل فقط اس کی ذات
حقیقت میں ہے وہ حقیقت سے دور
وہ مورکھ ہے دانش میں جس کی فتور

(18/48)

جو طبعی ہے دھرم اس کی تعمیل کر
جو ناقص بھی ہو ان کی تکمیل کر
کہ کاموں میں ارجن زمان ساتھ ہے
جہاں بھی ہے آتش دھواں ساتھ ہے

(18/57)

اگر مجھ کو من میں لگائے گا تو
تو ہر روگ سے پار جائے گا تو

MashalBooks.org

سنے گا نہ میری اہنکار سے
تباہی میں جائے گا پندار سے

(18/62)

تو ماوا و ملجا اسی کو بنا
اسی ذات میں اپنی ہستی لگا
تو رحمت میں اس کی سما جائے گا
سکون و بقا اس سے پا جائے گا

(18/63)

بتایا تجھے میں نے اے پاکباز
یہ گیانوں کا گیان اور رازوں کا راز
توجہ سے اس راز پر غور کر
عمل اس پہ تو چاہے جس طور کر

(18/64)

سن اب سرپنہاں کی اک اور بات
بڑے راز کی قابل غور بات
کہ ارجن تو پیارا ہے محبوب ہے
ترا فائدہ مجھ کو مطلوب ہے

(18/65)

لگا مجھ میں دل بھگت ہو جا مرا
تو کر یگ مرے سامنے سر جھکا
مجھے تجھ سے مجھ سے تجھے پیار ہے
مرا وصل کا تجھ سے اقرار ہے

MashalBooks.org

(18/66)

تو سب دھرم چھوڑ اور لے میری راہ
تو مانگ آکے دامن میں میرے پناہ
تیرے پاپ سب دور کر دوں گا میں
نہ غمگیں ہو مسرور کر دوں گا میں

(18/67)

یہ راز اس سے مت کہہ جو زاہد نہ ہو
یہ راز اس سے مت کہہ جو عابد نہ ہو
نہ اس سے جو ہو بدزباں نکتہ چیں
نہ اس سے جو سننے کا خواہاں نہیں

(18/69)

کہاں اس سے بڑھ کر ہے انساں کوئی
کرے ایسی پیاری جو سیوا مری
مروت کی آنکھوں کا تارا ہے وہ
مجھے ساری دنیا سے پیارا ہے وہ

(18/71)

فقط جو سنے رکھ کے دل میں یقیں
نکالے نہ عیب اور نہ ہو نکتہ چیں
گناہوں سے وہ مخلصی پائے گا
کہ نیکوں کی دنیا میں آجائے گا

☆☆☆

MashalBooks.org

بابا گرونانک کے ارشادات کا اردو ترجمہ

(از خواجہ دل محمد مرحوم)

بابا گرونانک نے نجات حاصل کرنے کے لئے پانچ منازل بیان فرمائے ہیں:

1-دھرم کھنڈ.....فرائض بجالانے کی منزل

2- گیان کھنڈ.....عرفان حاصل کرنے کی منزل

3-سرم کھنڈ.....آنند یا جدوجہد اور ریاضت کی منزل

4- کرم کھنڈ.....خدا کے فضل یا اعمال صالح کی منزل

5- سچر کھنڈ.....صدق کی منزل جہاں دیدار الٰہی نصیب ہوتا ہے

(3/30)

سچا روز ازل سے پہلے
سچا روز ازل بھی ہو
سچا ہے وہ آج بھی نانک
سچا ہو گا کل بھی وہ

(6/16)

دور زمین سے اور زمینیں
ان کے آگے اور جہاں
ان کے نیچے زور ہے کس کا
قائم ہیں کس طور وہاں

MashalBooks.org

(3/6)

لاکھ کہے انساں مگر
قدرت کی تھا نہ پائے گا
خالق کی خلقت کا اس کو
انت شمار نہ آئے گا

(6/3)

لینے والے تھک جاتے ہیں
داتا دیتا جاتا ہے
جگ جگ میں ہر کھانے والا
اس کی نعمت کھاتا ہے

(6/7)

نانک وہ رب ایسا ہے
جو نرگن کو گن دیتا ہے
گن والا انسان ہمیشہ
اس سے سب گن لیتا ہے

پوڑی(6)

اے گر مجھ کو گیان عطا کر
ایک احد کو پاؤں میں
سب دنیا کا ایک ہی داتا
اس کو بھول نہ جاؤں میں

پوڑی(10)

نام خدا کا پڑھ سن کر
انسان کی عزت شان بھی ہو

MashalBooks.org

نام خدا کا سن کر حاصل
آسانی سے دھیان بھی ہو

پوڑی(13)

من سے جو مانے گا اس کی
سوچ سمجھ بیدار رہے
من سے جو مانے گا اس پر
روشن سب سنسار رہے

پوڑی(27)

تیری جتنی دنیائیں ہیں
اتنے ہوں گر اور جہاں
وصف تیرے سب مل مل کر
گن سکتی ہے مخلوق کہاں

پوڑی(30)

لیکن سچ پوچھو تو دنیا
حکم خدا سے چلتی ہے
جیسے جیسے حکم کرے
یہ ویسے ویسے چلتی ہے

اسپڈی(1)

وہ ان سب کو دیکھے بھالے
سب کا ہر دم دھیان کرے
آپ رہے آنکھوں سے اوجھل
عاقل کو حیران کرے

MashalBooks.org

اسپڈی(2)

بھاری کوئی مشکل آ کر
جب تجھ کو حیران کرے
پل میں نام خدا کا تیری
ہر مشکل آسان کرے

اسپڈی(3)

کرتے جاؤ بات خدا کی
اس سے اچھی بات کہاں
نام خدا کا سننے سے
دکھ درد کہاں آفات کہاں

سلوک

جو بندہ ہر اک سے خود کو
نیچا گننے والا ہے
اس کو سب سے اونچا سمجھو
اعلیٰ ہے وہ بالا ہے

جو بندہ خود اپنے من کو
سب کی خاک بناتا ہے
نام خدا کا اپنے من کے
اندر روشن پاتا ہے

جو بندہ خود اپنے من سے
کر لے دور برائی کو

MashalBooks.org

سب دنیا کو ساجن مانے
سمجھے یار خدائی کو

نام خدا کا لینے سے سکھ
آتا ہے دکھ جاتا ہے
نانک کس آسانی سے
یہ نام زباں پر آتا ہے

نام خدا کا جپتے رہنا
دھرم ہے اعلیٰ دھرمون میں
نام خدا کا جپتے رہنا
کرم ہے اعلیٰ کرموں میں

یاد نہیں افسوس اسے
وہ ساتھی جو امداد کرے
اس سے پریت لگاتا ہے
جو دشمن ہو بیداد کرے

فانی کو یہ باقی سمجھے
فانی کی پہچان نہیں
مست ہے من کی موجوں میں
کچھ موت کا اس کو دھیان نہیں

MashalBooks.org

جو کچھ دیکھ رہا ہے تو
یہ سب کچھ جانے والا ہے
من کا اندھا لپٹے اس سے
وہ ان کا متوالا ہے

بھاڑ میں جائیں کام جہاں کے
جن میں رب کا نام نہیں
بھاڑ میں جائے شوم کی دولت
جس سے کچھ آرام نہیں

جس داتا کی رحمت سے
یہ تن تجھ کو نایاب ملا
اس کی بھگتی کر لے نانک
اس کی بھگتی کرتا جا

جس داتا کی رحمت سے
سنسار میں عزت پائے تو
اس داتا کو یاد کئے جا
اس کو بھول نہ جائے تو

رب کی رحمت ہو تو من میں
بستا ہے ہر آن وہی
رب کی رحمت جس پر ہو گی
عاقل ہے انسان وہی

MashalBooks.org

ساد کی سنگت کرنے سے
تو ایسی دولت پائے گا
جس دولت سے اوروں پر بھی
تو رحمت برسائے گا

جس کے من میں گیان خدا کا
سب کو دیکھے ایک نظر
یکساں جیسے آئے ہوا
راجاؤں اور کنگالوں پر

جس کے من میں گیان خدا کا
دل کا پاک اوصاف ہے وہ
میل لگے کب پانی کو
جب نتھرے تو شفاف ہے وہ

جس کے من میں گیان خدا کا
اس میں نور سمایا ہے
دیکھو جیسے دھرتی پر
آکاش برابر چھایا ہے

جس کے من میں گیان خدا کا
دشمن دوست برابر ہیں
جس کے من میں گیان خدا کا
اس سے دور خودی کی میں

MashalBooks.org

جس کے من میں گیان خدا کا
وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہے
سب سے خود کو نیچا سمجھے
گو بالا سے بالا ہے

جس کے من میں گیان خدا کا
چنتا اس سے دور رہے
جس کے من میں گیان خدا کا
پاک اس کا دستور رہے

جھوٹ نہ آئے جس کے لب پر
سچ کا جس کو ذوق رہے
من میں عشق خدا کا ہو
دیدار کا ہر دم شوق رہے

بستا ہے رب جس کے من میں
ہر دم رب کے پاس ہے وہ
پوچھو مجھ سے نام جو اس کا
رام کا سچا ''داس'' ہے وہ

لاکھوں اور کروڑوں بندے
رب کا کھوج لگاتے ہیں
اپنے ہی وہ من کے اندر
پاک خدا کو پاتے ہیں

MashalBooks.org

لاکھوں اور کروڑوں ہیں
دیدار کی جن کو پیاس رہے
واصل ہوں لافانی رب سے
رب خود ان کے پاس رہے

لاکھوں اور کروڑوں ہی
اوتار جہاں میں آئے ہیں
لاکھوں اور کروڑوں عالم
خالق نے پھیلائے ہیں

لاکھوں اور کروڑوں چیزیں
رنگا رنگ بنائی ہیں
رب ہی سے سب آئی ہیں
پھر رب میں آن سمائی ہیں

اسپڈی 11

بولو کیا بندے کے بس میں
بندے سے کیا ہوتا ہے
جیسا ہو منظور خدا کو
ویسا ویسا ہوتا ہے

بس میں اگر انسان کے ہو
اک پل میں سب کچھ پائے وہ
جو کچھ ہو منظور خدا کو
بات عمل میں آئے وہ

MashalBooks.org

تن من دولت اسی کی ہے
سب شان ظہور اسی کا ہے
ہر اک دل میں ہر اک من میں
روشن نور اسی کا ہے

طاقت اس کے پاس کہاں
مخلوق بہت بیچاری ہے
جو کچھ ہو منظور خدا کو
کرتی دنیا ساری ہے

جو کچھ ہو منظور خدا کو
وہ کچھ ہو کر رہتا ہے
اس بن اور نہیں ہے کوئی
بات یہ نانک کہتا ہے

دھن والا انسان جو اپنی
دولت پر اترائے گا
اس دنیا سے تنکا سا بھی
اس کے ساتھ نہ جائے گا

جو نیکی پر ناز کرے
جو نیک بڑا کہلاتا ہے
نیکی اس کے پاس نہ آئے
جیسا ہو رہ جاتا ہے

MashalBooks.org

خود کو سب کے قدموں کی
جو خاک سمجھتا رہتا ہے
اصل بڑائی اس کی ہے
یہ نانک سب سے کہتا ہے

جب تک بندہ سمجھے من میں
آپ وہ سب کچھ کرتا ہے
تب تک دل میں چین نہ آئے
کرتا ہے اور مرتا ہے

جب انسان ہزار کما لے
لاکھ کے پیچھے جائے گا
جتنی مایا پائے گا
جی اور اس کا للچائے گا

کرنے والا آپ وہی ہے
کام اس کے سارے ہیں
رنگ سب اس کے پیارے ہیں
اور کھیل سب اس کے نیارے ہیں

اسپڈی13

دنیا میں جو ہوتا ہے
سب کام اس کا ہوتا ہے
جیسا جس کو کرتا ہے
وہ ویسا ویسا ہوتا ہے

MashalBooks.org

اسپڈی14

چلتا جا تو راہ میں حق کی
ہر دم پاؤں بڑھاتا جا
نام خدا کا لیتا جا
اور سارے پاپ مٹاتا جا

اسپڈی10

مورکھ کیوں چلاتا ہے
من مورکھ کیوں چلاتا ہے
جو قسمت کا لکھا ہے
مل جاتا ہے مل جاتا ہے

دکھ بھی اس سے ملتا ہے
تو سکھ بھی اس سے لیتا ہے
اپنے رب سے دھیان لگا
کیوں دل غیروں کو دیتا ہے

جس نے رب کو سچ کے اندر
سچے دل سے پایا ہے
نانک وہ انسان ہے سچا
سچ میں آپ سمایا ہے

اسپڈی16

رب کی یاد بسا لے من میں
رب تیرا لافانی ہے

MashalBooks.org

الفت چھوڑ انسانوں کی
سب پیار یہ تیرا فانی ہے

سچی ذات خدا کی ہے
سب سچا کام بنایا ہے
اپنی حد اور حالت کو
خود آپ اسی نے پایا ہے

اسپڈی17

ہر دم نام اسی کا لو
ہر بار اسی کو یاد کرو
امرت ہے یہ پی پی کر
تن سیر کرو دل شاد کرو

شوق سے بھگتی کرتے ہیں
جو رب سے پریم لگاتے ہیں
رب میں آپ سماتے ہیں
سکھ چین ہمیشہ پاتے ہیں

اسپڈی19

چار طرف جس دھن کی خاطر
اٹھ کر بھاگے جاتا ہے
رب کی سیوا کرنے سے
وہ دھن تیرے ہاتھ آتا ہے

MashalBooks.org

اصل حقیقت وہ سوچے گا
جو سچوں کا سچا ہے
جیتا ہے اور مرتا ہے
جو جھوٹا ہے اور کچا ہے

ایک خدا کا نام لئے جا
حمد اس کے گائے جا
ایک خدا کی یاد کئے جا
من میں نام بسائے جا

اسپڈی23

جس نے رب کو پہچانا
وہ سچ میں رہتا سہتا ہے
سچے بول سب اس کے ہیں
جو کہتا ہے سچ کہتا ہے

سب میں وہ موجود بھی ہے
اور دور بھی سب سے رہتا ہے
جو کچھ ہم تم کہتے ہیں
خود کہتا ہے خود کہتا ہے

اسپڈی24

ہر دم رب کو یاد کرو
حق نام سے دل مسرور کرو
من کی چنتا دور کرو
یوں من کی چنتا دور کرو

MashalBooks.org

اچھا اس کا جینا ہے
اور اچھی اس کی سنگت ہے
جو یک رنگ ہو ایسا جس سے
من پر رب کی رنگت ہو

جس کے من میں ایک خدا کا
پیارا نام سماتا ہو
اس کی بولی امرت ہے
وہ خالص سوبھا پاتا ہے

سب سے اونچی شان ہے اس کی
رتبہ اس کا عالی ہے
سکھ منی اس کا نام ہے نانک
یہ ایسی گن والی ہے

☆☆☆

MashalBooks.org

بنیادی انسانی حقوق کا عالمی منشور

دنیا میں انسانی مخلوق کی آمد کے بعد، جو حیوانوں کے محدود احساسات اور محدود شعور کے مقابلے میں دنیاوی معاملات کے بارے میں گہرا شعور اور تدبر کی صلاحیت رکھتی ہے، یہ ناگزیر تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زندگی کو درپیش نئی نئی مشکلات سے نبرد آزما اور اجتماعی زندگی کی تشکیل کے دوران پیش آنے والے مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے انسان کچھ ایسے اصول طے کرے جن کی پابندی ضروری قرار دی جائے، اور جن پر مجموعی طور پر اتفاق ہو۔ ان اصولوں میں سے ایک اصول بنیادی انسانی حقوق کا ہے۔ انسانی تہذیب وتمدن کے نشوونما کا دارومدار ان حقوق کی ادائیگی پر ہے۔

انسانی حقوق کے تصور کی بنیاد اس انسانی سوچ پر ہے کہ ہر انسان، خواہ وہ مرد ہو یا عورت کے حقوق یکساں ہونے چاہئیں کیونکہ یہ عدل و انصاف کے طبعی اصولوں کے مطابق ہے۔ انسانی حقوق کے مسئلہ کو باضابطہ شکل چھٹی صدی عیسوی میں دی گئی جبکہ محمد رسول اللہ ﷺ نے اعلان جاری کیا۔ تاریخ انسانی میں یہ انسانی حقوق کا پہلا چارٹر تھا۔ یہ میثاق کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ظاہر ہے بنیادی انسانی حقوق کو انبیاء کی دعوت کے اہم ترین اصول ''انسانی مساوات'' میں نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ جہاں رسول اللہ کی تعلیمات میں زندگی کی دیگر معمولات کے بارے میں تفصیلات موجود ہوں وہاں انسانی زندگی پر گہرے طور پر اثر انداز ہونے والے انسان کے بنیادی حقوق کے بارے میں رہنمائی موجود نہ ہو۔

یہاں یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ انسانی حقوق کی ادائیگی میں سب سے بڑی

MashalBooks.org

رکاوٹیں مختلف اقسام کے تعصّبات اور معاشی اجارہ داریاں ہیں۔ ان تعصّبات میں مضر ترین مذہبی اور فرقہ وارانہ تعصّبات ہیں اور یہ انسانی زندگی کی ایسی ناگزیر حقیقت بن چکی ہیں جنہیں تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی زندگی کو ان تعصّبات کے مضر اثرات سے زیادہ سے زیادہ محفوظ کیا جائے، اور ایسے طریقے وضع کئے جائیں کہ جن کے ذریعے انسانوں کو ان کے شر سے بچایا جا سکے۔ ان میں سے ایک موثر طریقہ عالمی سطح پر بنیادی انسانی حقوق کا تعین اور ان کا نفاذ ہے۔ ان بنیادی حقوق کی تشہیر کے ذریعے ان کے بارے میں گہرا شعور بیدار کرنا انسانی زندگی کو صحیح طور پر منظّم کرنے کے لئے ضروری ہے۔ انسانوں میں عام طور پر ان حقوق کا گہرا شعور پیدا کرنے سے ہی انسانی معاشرے کو تعصّبات سے نجات دلائی جا سکتی ہے اور اسے رواداری اور بھائی چارے کی مثبت قدروں پر استوار کیا جا سکتا ہے۔

آجکل ترقی یافتہ ممالک میں انسانی حقوق کا بہت چرچا کیا جا رہا ہے۔ وہ اس طرح اپنے آپ کو مہذب کہلانا چاہتے ہیں۔ وہ غیر ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک پر ان حقوق کی ادائیگی کے لئے زور دے رہے ہیں اگرچہ خود ترقی یافتہ ممالک میں بھی ان کا پوری طرح اہتمام نہیں کیا جا رہا ہے۔ اقوام متحدہ کی تنظیم نے انسانی حقوق کا عالمی منشور تیار کیا ہے۔ یہ منشور تیس نکات پر مشتمل ہے۔ انسانی حقوق کا یہ عالمی منشور تمام اقوام کے لئے مشترک معیار قرار دیا گیا ہے اور ہر فرد اور معاشرے کے ہر ادارے کے لئے یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ وہ اس منشور کو ہمیشہ ہمیشہ نظر رکھتے ہوئے تعلیم و تبلیغ کے ذریعے اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر اقدامات کرتے ہوئے ان پر عمل درآمد کی بتدریج کوشش کریں۔ یہ عالمی منشور حسب ذیل ہے۔

انسانی حقوق کا عالمی منشور

☆ انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

MashalBooks.org

☆ انسانی حقوق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قومیت، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ نیز کسی کے علاقے یا ملک سے عملی یا بین الاقوامی حیثیت کی بناء پر کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔

☆ ہر شخص کو اپنی زندگی، آزادی اور ذاتی تحفظ کا حق ہے۔

☆ غلامی اور بردہ فروشی، چاہے اس کی کوئی شکل بھی ہو، ممنوع ہو گی۔

☆ کسی شخص کو جسمانی اذیت، یا ظالمانہ، انسانیت سوز یا ذلت آمیز سزا نہیں دی جائے گی۔

☆ ہر شخص کا حق ہے کہ ہر جگہ اس کی قانونی حیثیت تسلیم کی جائے۔

☆ ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے اور اجتماعی یا انفرادی طور پر خاموشی سے یا کھلے بندوں اپنے عقیدے کی تبلیغ، اس پر عمل اور اس کی عبادت اور رسومات پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

☆ ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے اور اظہار رائے کی آزادی کا حق حاصل ہے، اور یہ بھی کہ وہ آزادی کے ساتھ اور بلا کسی قسم کی مداخلت کے اپنی رائے پر قائم رہے اور جس ذریعے سے چاہے ملکی سرحدوں کے حائل ہوئے بغیر معلومات اور خیالات کا حصول اور ان کی ترسیل کرے۔

☆ ہر شخص کو پرامن طریقے سے ملنے جلنے اور انجمن قائم کرنے کی آزادی کا حق ہے۔ کسی شخص کو کسی انجمن میں شامل ہونے کے لئے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

☆ ہر شخص کو اپنے ملک کی حکومت میں براہ راست یا آزادانہ طور پر منتخب کئے ہوئے نمائندوں کے ذریعے حصہ لینے کا حق ہے۔ ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔ عوام کی مرضی حکومت کے اقتدار کی بنیاد ہو گی۔ یہ مرضی وقت وقت سے ایسے حقیقی انتخابات کے ذریعے ظاہر کی جائے گی جو عام اور مساوی رائے دہندگی کی بنیاد پر ہوں گے اور جو خفیہ ووٹ یا

MashalBooks.org

اس کے مماثل کسی دوسرے آزادانہ طریقہ رائے دہندگی کے مطابق عمل میں آئیں گے۔

☆ معاشرے کے رکن کی حیثیت سے ہر شخص کو معاشرتی تحفظ کا حق حاصل ہے اور یہ حق بھی کہ وہ ملک کے نظام اور وسائل کے مطابق قومی کوشش اور بین الاقوامی تعاون سے ایسے اقتصادی، معاشرتی اور ثقافتی حقوق کو عملاً حاصل کرے جو اس کی عزت اور شخصیت کے آزادانہ نشوونما کے لئے لازم ہیں۔

☆ ہر شخص کو کام کاج، روزگار کے آزادانہ انتخاب، کام کاج کے مناسب و معقول شرائط اور بے روزگاری کے خلاف تحفظ کا حق ہے۔ ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لئے مساوی معاوضے کا حق ہے۔ ہر شخص جو کام کرتا ہے وہ ایسے مناسب اور معقول مشاہرے کا حق رکھتا ہے جو خود اس کے یا اس کے اہل وعیال کے لئے باعزت زندگی کا ضامن ہو اور جس میں اگر ضروری ہو تو معاشرتی تحفظ کے دوسرے ذریعوں سے اضافہ کیا جا سکے۔ ہر شخص کو اپنے مفاد کے بچاؤ کے لئے تجارتی انجمنیں (ٹریڈ یونینز) قائم کرنے اور اس میں شریک ہونے کا حق حاصل ہے۔

☆ ہر شخص کو آرام اور فرصت کا حق ہے جس میں کام کے گھنٹوں کی حد بندی اور تنخواہ کے ساتھ مقرر وقفوں پر تعطیلات شامل ہیں۔

☆ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے قانون کے اندر امان پانے کے برابر کے حقدار ہیں۔ اس اعلان کی خلاف ورزی میں جو بھی تفریق کی جائے یا جس فریق کی بھی خلاف ورزی کی جائے، اس سے بچاؤ کے سب برابر کے حقدار ہیں۔

☆ ہر شخص کو بنیادی حقوق کی نفی کرنے والے افعال کے خلاف عدالتوں سے موثر طریقے سے چارہ جوئی کرنے کا حق ہے۔

☆ کسی شخص کو من مانے طور پر گرفتار، نظر بند یا جلا وطن نہیں کیا جائے گا۔

☆ ہر شخص کو یکساں طور پر ایک آزاد اور غیر جانبدار عدالت میں کھلی اور منصفانہ

MashalBooks.org

سماعت کا موقع ملے گا۔

☆ کھلی عدالت میں قانون کے مطابق جرم ثابت ہوئے بغیر ہر وہ شخص بے گناہ شمار کئے جانے کا حق رکھتا ہے جس پر کوئی فوجداری کا الزام عائد کیا جائے۔

☆ کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائے گی اور نہ اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کئے جائیں گے۔ ہر شخص کو ایسے حملے یا مداخلت سے قانونی تحفظ کا حق ہے۔

☆ ہر شخص کو اپنی ریاست کی حدود کے اندر نقل و حرکت کرنے اور کہیں بھی سکونت اختیار کرنے کی آزادی کا حق ہے۔

☆ ہر شخص کو اس بات کا حق ہے کہ وہ کسی ملک سے چلا جائے چاہے یہ ملک اس کا اپنا نہ ہو، اور اس طرح اسے اپنے ملک میں واپس آ جانے کا بھی حق ہے۔

☆ ہر شخص کو عقیدے یک بنیاد پر ایذا رسانی سے بچنے کے لئے اور دوسرے ملکوں میں پناہ حاصل کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے۔

☆ ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ کوئی شخص محض من مانے طور پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا، اور نہ ہی اس کو اپنی قومیت تبدیل کرنے کا حق دینے سے انکار کیا جائے گا۔

☆ بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بناء پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

☆ بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بناء پر لگائی جائے، شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ نکاح فریقین کی پوری اور آزاد مرضی سے ہوگا۔ خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے حفاظت کا حقدار ہے۔

MashalBooks.org

☆ ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل و عیال کی صحت اور فلاح و بہبود کے لئے مناسب معیار زندگی کا حق ہے جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات اور بیروزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا اور ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق شامل ہے۔ زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حقدار ہیں۔ تمام بچے، خواہ وہ شادی کے بغیر پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بعد، معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

☆ ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں مفت ہو گی۔ ابتدائی تعلیم لازمی ہو گی۔ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنیاد پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لئے مساوی طور پر ممکن ہو گا۔ تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہو گا اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہو گی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی اور امن و امان کو برقرار رکھنے کے لئے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔ والدین کو اس بات کے تصفیہ کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کسی قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

☆ ہر شخص کو قوم کی ثقافتی زندگی میں آزادانہ حصہ لینے، فنون لطیفہ سے مستفید ہونے اور سائنس کی ترقی اور اس کے فوائد میں شرکت کا حق حاصل ہے۔ ہر شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے ان اخلاقی اور مادی مفادات کا تحفظ کیا جائے جو اسے ایسے سائنسی، فنی یا ادبی تصنیف سے، جس کا وہ مصنف ہے، حاصل ہوتے ہیں۔

☆ ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام کا حقدار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں شامل ہیں۔

☆ ہر شخص پر معاشرے کے حق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔ اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے

MashalBooks.org

میں ہر شخص صرف اس حدود کا پابند ہوگا جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کے احترام کرانے کی غرض سے اور ایک جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازامات کو پورا کرنے کے لئے قانون یک طرف سے عائد کی گئی ہوں۔ یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصولوں کے خلاف عمل میں نہیں لائی جا سکتیں۔

☆ اس اعلان کے کسی شق سے کوئی ایسی بات مراد نہیں لی جا سکتی جس سے کسی ملک، گروہ یا شخص کو کسی ایسی سرگرمی میں مصروف ہونے یا کسی ایسے کام کو انجام دینے کا حق پیدا ہو جس کا منشاء ان حقوق اور آزادیوں کی نفی ہو جو یہاں پیش کی گئی ہیں۔

☆☆☆

MashalBooks.org

عالمی سطح پر تسلیم کئے جانے والے
انسانی رویوں کے ضابطہ کی ضرورت

یہاں تک ہم نے مذہبی رواداری کے حوالے سے ماضی کی تاریخ کو حال کی تاریخ سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ اب آخر میں اس حوالے سے ہم حال سے مستقبل کی جانب چلتے ہیں اور یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مستقل مزاجی سے مذہبی رواداری کے اصول پر عمل پیرا رہنے سے ہم مستقبل کے لئے کس قدم یک سوچ مرتب کر سکتے ہیں۔ یہ سوچ ایسی ہونی چاہیے جو تمام انسانوں اور پوری انسانیت کے لئے روشن امکانات پیدا کر سکے.....علم و ہنر کے فروغ کا امکان، تعاون و اشتراک کا امکان، امن اور بھائی چارے کا امکان، معاشی عدل اور معاشرتی مساوات کا امکان، ترقی و خوشحالی کا امکان، غربت و افلاس کے خاتمہ اور معیار زندگی بلند ہونے کا امکان، ذرائع پیداوار سے مساوی طور پر فائدہ اٹھانے کا امکان، ہر خاندان کے لئے رہائش کی سہولت کا امکان، معیار صحت کے بہتر ہونے اور شرح اموات کے کم ہونے کا امکان اور ماحول کے صحت منداور خوبصورت ہونے کا امکان۔

فی الحقیقت مستقل کے انسان کے لئے ایک ایسی ذہنی ساخت(imndset)اور دل و دماغ کے باہمی ربط(coordination between the heart and mind) کی بنیاد پر ایک ایسی ذہنی اور دلی کیفیت کی ضرورت ہے جو محبت کے جذبہ سے سرشار ہو، جو ہر قسم کے تعصب سے آزاد ہو، جو ہمہ وقت ہر سچائی کو کھلے دل و ذہن سے قبول کرنے کے لئے تیار ہو، جو انسان کے اندر ودیعت شدہ تخلیق نو کی استعداد سے پوری

MashalBooks.org

طرح آ گاہ ہو، جو اچھے مقاصد اور معاشرتی تعمیر کے لئے خوشدلانہ تعاون پر آمادہ ہو، جو اپنے ذرائع و وسائل قوم و ملک کی تعمیر کے لئے صرف کرنے کی چاہت رکھتا ہو اور جو دنیا میں امن و سلامتی کے قیام کا خواہاں ہو۔ ایک ایسی ذہنی ساخت اور قلبی کیفیت اسی صورت میں معرض وجود میں آ سکتی ہے جبکہ زندگی کی حقیقت کے بارے میں اسے واضح شعور حاصل ہو جائے اور زندگی کے مسائل حل کرنے کے بارے میں واضح پروگرام اس کے سامنے ہو۔ اس شعور کے حصول اور پروگرام پر عمل درآمد کے لئے ضروری ہے کہ آگے بڑھنے کے لئے ایک واضح سمت مقرر کی جائے اور مثبت ذہن رکھنے والی قیادت کے تحت اوپر واضح کئے گئے مقاصد کی روشنی میں قطعی خطوط پر تعمیری کاموں کی داغ بیل ڈالی جائے۔

ذیل میں ہم مطلوبہ ذہنی ساخت اور دلی کیفیت پیدا کرنے کے لئے ایک آٹھ نکاتی قاعدہ دے رہے ہیں جس کا ہمارے خیال میں انسانی زندگی سے گہرا تعلق ہے اور جو ایک آہنی ضابطے کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ انسانی رویوں کا ایک قطعی رخ رکھنے والا لیکن ڈھیلا ڈھالا ضابطہ ہے جسے مزید بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ یہ ضابطہ حسب ذیل نکات پر مشتمل ہے جن کا اقرار بحیثیت انسان ہمارا مستقبل روشن کر سکتا ہے۔

1- ہم ایک دوسرے کو مساوی حقوق رکھنے والے ساتھی انسانوں کی حیثیت دیں گے۔

2- ہم ایک دوسرے کے وجود کا احترام کریں گے اور انسانی بھائی چارے کو فروغ دیں گے اور رنگ، نسل، زبان، قومیت، مذہب، جنس یا اور کسی بنیاد پر تفریق یا امتیاز کی نفی کریں گے۔

3- ہم علم و دانش، سچائی و دیانت اور فہم و فراست اپنائیں گے اور انہیں فروغ دیں گے اور ایک ہمدرد معاشرے کے قیام کے لئے کام کریں گے۔

4- ہم خواندگی کی سطح، معیار تعلیم اور اخلاقی قدروں کو بہتر بنانے کی سعی کریں گے تا کہ حقیقی جمہوری سیاست و حکومت اور خوشگوار ثقافت کو فروغ دیا جا سکے۔

5- ہم ایک ایسا موثر معاشرتی و معاشی نظام قائم کرنے کی جدوجہد کریں گے جو عوام کا استحصال روک سکے اور ان کے معیار زندگی اور حالت انبساط کو بہتر بنا سکے۔

MashalBooks.org

6- ہم فسطائیت اور ایسے تمام اقسام کے رویوں کو رد کر دیں گے جن کا مقصد لوگوں کو دوسروں کی مرضی اور حکم کے مطابق سوچنے اور عمل کرنے پر مجبور کرنا ہو، اور ہم اختلافات کو رفع کرنے کے لئے معقول استدلال پر مبنی گفت و شنید کا طریقہ اختیار کرنے پر زور دیں گے۔

7- ہم انسانی بھائی چارے کو فروغ دینے، جنگوں کا خاتمہ کرنے اور عالمی سطح پر امن کے قیام کی ضرورت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ ایجاد و تخلیق، محبت اور حسن و جمال کی افزائش کی فطری انسانی استعدادوں کو بڑھایا جائے اور انسانی نسل کی پیداواری استعداد کو فطرت کے ساتھ ہم آہنگی سے ماحول کی حفاظت کے لئے استعمال کیا جائے۔

8- ہم عیش وعشرت پر مسرفانہ خرچ کو انسانی رشتوں کی بہتری کی راہ میں مضرت رساں سمجھتے ہیں۔ ہم کفایت شعاری سے جینے اور اپنی بچت کو معاشرے کی بہتری کے لئے خرچ کرنے کے آرزومند ہیں۔

☆☆☆

MashalBooks.org

MashalBooks.org